تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

۲۵/جولائی ۲۰۰۳ء

دوستو! یہ بات مسلّم اور یقینی ہے کہ نہ تو ہندو ہی مسلمانوں کو معدوم کر سکتے ہیں اور نہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے نجات مل سکتی ہے۔ اگر ہندو اپنی قسم کی تدبیر سوچتے ہیں تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ انہوں نے اِس موقع کو اسی وقت کھو دیا تھا جبکہ محمد بن قاسم نے بارہ سو سال قبل سرزمین سندھ پر اپنا قدم رکھا۔ اُس وقت تو مسلمان قلیل تعداد میں تھے اور اب تو ان کی تعداد سات کروڑ سے بھی زیادہ ہے اور اگر مسلمانوں کو اِس قسم کا کوئی خیال ہے تو انہوں نے بھی اپنا موقع ہاتھ سے کھو دیا جبکہ وہ کشمیر سے راس کماری اور کراچی سے چٹا گانگ تک حکمراں تھے..... جب کوئی چارہ نہیں کہ دونوں فریق ایک دوسرے سے چھٹکارا پا سکیں تو اِس کی ایسی صورت نکالنی چاہئے کہ ایک دوسرے کی معاونت تسلیم کر لی جائے اور ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے ذہن و دماغ سے وہ تمام شکوک رفع کر دیں جو وجود میں آ چکے ہیں۔ (مولانا محمد علی جوہر)

(انڈین نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاس کے خطبۂ صدارت سے ماخوذ بمقام کوکاناڈا۔ ۲۶/دسمبر ۱۹۲۳ء)

Rs.7/-

Regd. No- LW/NP/63

July 2003

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007

R.N.I. No- UP.URD/2001/6071

Vol.2, Issue No: (8)

حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دلآویز و فکر انگیز مضامین کا مجموعہ

صفحات:—۱۸۸ قیمت:—۶۰ روپے

نقوش سیرت

از: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

ملنے کا پتہ

مکتبہ حسنی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی میموریل سنٹر، حیدرآباد

Ist Floor A.N.S.Plaza Beside Mallepally Mosque

Hyderabad-500001

FIT & CO.

Ph:226657

Since:1916

SPECIALIST IN

Suits & Sherwani

Near:- Sardar Sons,

At:Nazirabad, LUCKNOW.

Ph. Nos 2260433- 2242946-

جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں

آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gahna Palace

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

تاج

اسلامک جنتری دستیاب ہے

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

طلب کریں۔ قیمت ۵/-

تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے

Shirt, Trousers Coat Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowrre, Jackets, Kurta, Vastecoat suit, Night suits& ties

شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے موقع کے لئے شاندار ذخیرہ

تشریف لائیں

MEN MARK®

Men's Exclusive

58,Halwasia Market,

Hazratganj, Lucknow

Ph.: Shop:216948 Resi.: 227443

صبا کا ہیئر آئیل

دماغ اور بالوں کا انمول ہیئر ٹانک

حسنی فارمیسی

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

AUTO REFRECTO METER AR-360

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور اور دھوپ کے چشموں کا قابل اعتماد مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن: اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Office Ph. No 2787250 (Ext.) 18, Guest House - 2323864 Fax No- 0522-2787310 2788376

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.

Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

فرمان الٰہی

انہیں ان کی بس یہ بات بری لگی، کہ وہ اللہ پر ایمان رکھیں

قسم ہے برجوں والے آسمان کی، اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے، اور شاہد اور مشہود کی۔ ناس ہو کھائی والوں، ایندھن بھری آگ والوں کا جب وہ اس پر بیٹھے ہوئے تھے، اور جو کچھ اہل ایمان کے ساتھ کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے۔ انہیں ان کی بس یہ بات بری لگی، کہ وہ اللہ پر ایمان رکھیں جو طاقت کا مالک اور حمد کا سزاوار ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ستایا، پھر توبہ نہ کی، ان کیلئے عذاب ہے جہنم کا۔ اور ان کے لئے عذاب ہے بھڑکتی ہوئی آگ کا۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے، ان کے لئے جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔ بے شک تمہارے رب کی پکڑ بڑی ہی سخت ہے۔ وہی سیاہ و سپید کا مالک ہے۔ وہ انتہائی معاف کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ تخت کا مالک، بڑی شان والا، جو چاہے کر ڈالے۔ (سورۃ البروج)

فرمان رسالتؐ

اللہ کی قسم! یہ دین قائم ہو کر رہے گا

حضرت خباب بن الارتؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایے میں چادر کا تکیہ بنائے آرام فرما رہے تھے۔ ہم نے فریاد کی، آپؐ ہمارے لئے اللہ سے مدد نہیں مانگتے؟ آپؐ ہمارے لئے دعا نہیں فرماتے؟

آپؐ نے فرمایا: تم سے پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ گڑھا کھود کر آدمی کو گاڑ دیا جاتا! سر پر آرا رکھ کر بیچ سے چیر دیا جاتا! لوہے کی کنگھیاں کی جاتیں جن سے گوشت کھرچ جاتا! پھر بھی وہ دین کو سینے سے لگائے رکھتا!!

اللہ کی قسم! یہ دین قائم ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء (یمن) سے حضر موت تک چلا جائے گا، راستے میں اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ ڈر ہوگا تو بس بھیڑیے کا بھیڑوں کے سلسلے میں، مگر افسوس تم لوگ جلدی مچاتے ہو! (صحیح بخاری)

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ — اشاعت کے ۴۰ ویں سال

جلد نمبر-۴۰ | ۲۵ر جولائی ۲۰۰۳ء - مطابق - ۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ | شمارہ نمبر-۱۸

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا نذر الحفیظ ندوی • مولانا عبداللہ حسنی ندوی

• مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زر تعاون

سالانہ -/۱۵۰ ——— فی شمارہ -/۷

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک -/۳۵ر ڈالر

• ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box No. 93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 2787250 (Ext) مہمان خانہ (0522) 2740151

Website : www.nadwatululama.org

e-mail : Nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط و کتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکیہ آفسیٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰ر روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

بسم اللہ		
رئیس التحریر کی میز سے	ا۔ش	۲
اداریہ		
اسلامی زندگی ایک جہد مسلسل	ع۔ع۔ن	۳
تعمیر حیات کی فائل سے		
ایک مرد مجاہد- جزیرہ انڈمان میں	مولانا ثانی حسنیؒ	۴
قرآنیات		
قرآن کا ادبی کارنامہ	مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۵
تعلیم القرآن		
حق پرستی اور آزمائش	مولانا محمد اویس نگرامی	۷
تعلیم الحدیث		
رشوت، ایک جرم		۹
اعجاز قرآن		
قرآن کریم کا تعارف قرآن کی زبان سے	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۰
تاریخ ملت کا ایک ورق		
مدراس کا سفر اور شنکر اچاریہ جی سے ملاقات	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۱۲
فکر ابوالحسن علی		
مایوسی کی نہیں، عمل کی ضرورت	مولانا عبدالکریم پاریکھ	۱۴
تذکیر و موعظت		
توحید و اتباع سنت ہی میں نجات	مولانا عبداللہ حسنی	۱۶
برگ و ادب		
حضرت طارق بن زیاد کا خطبہ	ڈاکٹر ضیاء الحسن ندوی	۱۹
عالم اسلام		
صدام حسین کی شکست- اسباب و محرکات	مولانا نذر الحفیظ ندوی	۲۰
بابری مسجد تنازع		
مجلس عاملہ پرسنل لا بورڈ کی قرارداد		۲۳
تعارف و تبصرہ		
کتابوں کی دنیا	مولانا محمود حسن حسنی ندوی	۲۸
عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۹
اصلاح معاشرہ		
نومولود بچے کی ولادت اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا خالد غازی پوری	۳۰
فقہ و فتاویٰ		
سوال و جواب	مولانا محمد طارق ندوی	۳۱
ندوہ کے شب و روز	ادارہ	۳۲

رئیس التحریر کی میز سے

بسم اللہ

قارئین کرام! انسان کس قدر بے بس اور کمزور ہے اس کا احساس راقم السطور کو ایک مرتبہ پھر اس وقت ہوا جب موسم برسات میں نمودار ہونے والے کیڑوں میں سے ایک نے اس کی آنکھ کو زخمی کر دیا چنانچہ گزشتہ شمارہ کے پروف (Proof) دیکھنا دشوار تھا نتیجہ یہ ہوا کہ کہیں کہیں غلطیاں رہ گئیں، اس کا تذکرہ اس لئے بھی کر رہا ہوں کہ گزشتہ شمارہ کے ہمارے بعض مضامین نگار کو اپنے مضامین میں پروف کی غلطیاں رہ جانے سے جو تکلیف پہنچی ہوگی، اس پر معذرت پیش کروں ——— اپنے کسی مضمون میں پروف کی غلطی رہ جانے سے تکلیف کا احساس ہونا ایک فطری بات ہے، اسی پر تحمل کرتے ہوئے میں اکثر سوچتا ہوں کہ دنیا کے اس کارخانہ کو بنانے والے اور کائنات کے اس نظام کو چلانے والے کے لئے یہ بات کس قدر تکلیف دہ ہوتی ہوگی جب زمین پر بسنے والا انسان اس کی زمین پر فساد پھیلاتا ہے اور اپنے رب کے بخشے ہوئے وسائل وذرائع اور نعمتوں اور صلاحیتوں کو منفی وتخریبی کاموں اور کارکردگیوں میں صرف کرتا ہے ——— ایک کمہار مٹی کا ایک برتن بنائے اور کوئی اس کے سامنے اسے توڑ پھوڑ دے تو اس کے لئے یہ بات کس قدر اذیت کا باعث ہوگی مگر افسوس کہ انسان اللہ کی بنائی ہوئی زمین پر بلکہ بحر وبر میں فساد وانتشار پھیلائے ہوئے ہے اور اسے اس کا احساس بھی نہیں کہ اس کائنات کے خالق ومالک کے لئے اس کی یہ کارکردگی کس قدر غیض وغضب کا باعث بن سکتی ہے ——— اپنے مضامین (جسے لکھنے والے تخلیق بھی لکھتے ہیں) میں پروف کی غلطیاں رہ جانے پر جن ارباب علم ودانش اور اہل علم کو کرب کا احساس ہوتا ہے، ان کو اس نقطۂ نظر سے بھی سوچنا اور لکھنا چاہئے کہ انسانوں کے ہاتھوں دنیا کا بگاڑ اس کائنات کے خالق ومالک کے لئے کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہوگا ——— ایک کنکر میں اگر یہ طاقت ہے کہ وہ ساکت وجامد سمندر میں ارتعاش پیدا کر دے تو قلم تو پھر قلم ہے اور مشہور ہے کہ قلم کی طاقت تلوار سے بھی زیادہ ہے۔

بات آئی گئی تو عرض کر دوں (اہل علم وقلم کی خدمت میں عرض کرنے کی جسارت تو نہیں کروں گا لیکن اپنے باذوق قارئین اور طلباء کی خدمت میں عرض کرتا ہوں) کہ ہر کام کی ایک نیت ہوتی ہے اور نیت کا ایک قبلہ ہوتا ہے ——— چنانچہ لکھنے والوں کی یہ بھی نیت ہو سکتی ہے کہ لوگوں سے داد وتحسین وصول کرے یا اپنے فن وذوق کا مظاہرہ اور اس کی تسکین کا محض سامان ہی ہو جائے لیکن اگر نیت رب کی خوشنودی اور اس کی رضا جوئی ہو تو آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام والی بات ہوگی ——— اصل تو اللہ کی رضا ہے، یہی مقصود اور یہی مطلوب ہونا چاہئے۔ اور رہی بات داد وتحسین اور فن وصلاحیت کی تو وہ علاحدہ سے اور نفع میں!!

بات سے بات نکلتی ہے سائنس وٹکنالوجی کی برق رفتار ترقی کے باوجود بھی کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ آج تک دنیا میں کتنی کتابیں لکھی گئیں؟ یہ تعداد تو شاید بتائی اور گنائی نہ جا سکے البتہ کتابوں کے انبار میں ایسی کتابوں کی نشاندہی ضرور کی جا سکتی ہے کہ جن پر صدیاں بیت گئیں لیکن آج بھی وہ مقبول ہیں اور نہ صرف مقبول ہیں بلکہ لوگوں کے اخلاق وکردار پر اچھے اثرات مرتب بھی کر رہی ہیں۔ مقبولیت اور اس کے ساتھ ساتھ افادیت ونافعیت بھی یوں ہی نہیں ملتی۔ اس کی بنیادی اینٹ "نیت کے قبلہ کی درستگی" ہے ——— یہی وہ صدا تھی جو ایک مرد حکیم نے "رابطہ ادب اسلامی" کے نام سے لگائی تھی آج اس کے آہنگ کو بلند کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں ان سے کوئی بھی دردمند اور حقیقت پسند انسان آنکھیں نہیں چرا سکتا، ہمارے نزدیک رسائل کو علمی وفکری مضامین کے ساتھ درپیش مسائل سے بھی بحث کرنی چاہیے اللہ کا شکر ہے کہ اس شمارہ کا اداریہ اور اس کے دوسرے مضامین حالات حاضرہ سے نہ صرف آگہی بخشتے ہیں بلکہ ان میں مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے، اس شمارہ میں ۶/ جولائی ۲۰۰۳ء کی وہ قرارداد بھی شامل ہے جس کا تعلق شکر اجاریہ کے فارمولہ سے ہے۔

پرچہ پریس جا رہا تھا کہ خبر آئی کہ "سپریم کورٹ نے ایک تاریخی فیصلہ دیتے ہوئے ملک میں یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی حمایت کی ہے" صدر مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی نے نامہ نگاروں سے کہا کہ "یہ صرف عدالت کی رائے ہے، ہدایت نہیں ہے۔ بورڈ عدالت عظمیٰ کی اس رائے کا جائزہ لے گا اور اس پر باقاعدہ تبصرہ کرنے سے پہلے قانونی صلاح ومشورہ کیا جائے گا (راشٹریہ سہارا ۲۴/ ۷/ ۲۰۰۳ء) آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ اس مسئلہ پر کوئی مضمون شامل اشاعت کیا جائے گا۔

اللہ کا شکر ہے کہ حضرت ناظم ندوۃ العلماء بھی روبہ صحت ہیں اور مولانا عبداللہ عباس ندوی کی صحت بھی ان دنوں قابل اطمینان ہے بقول حفیظ جالندھری: "متاع آخر شب کے بچے کھچے تارے" ہیں یہ۔ رب کریم ان کے سایہ کو تادیر سلامت رکھے اور ان کے فیض کو عام کرے ان دنوں مولانا عبداللہ عباس ندوی کی ندوہ میں تشریف آوری ہم کارکنان دارالعلوم کے لئے مسرت وتقویت کا باعث ہے اور عمر وصحت کے اس مرحلہ میں بھی ماشاء اللہ مولانا موصوف کے علمی وتصنیفی اشتغال وانہماک کو دیکھ کر حوصلہ بھی ملتا ہے اور رہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے۔ ع

دا تار کھے آباد اس ساقی "ان کی "محفل کو

والسلام
آپ کا بھائی
امین شجاع

اداریہ

ع.ع.ن

اسلامی زندگی ایک جہد مسلسل ہے

اسلام کی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالئے۔ وہ خطاب اولیں جو صفاء کی پہاڑی پر رسول صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلہ کے افراد، رشتہ داروں اور اہل وطن کے سامنے کیا تھا، آخرت کی زندگی سے آگاہ کیا، دعوت حق کا اعلان کیا، شر وفتنہ نے اسی لمحہ سر اٹھایا، ابولہب یہ سن کر لال بھبھوکا ہو گئے "تبت یداک الھذا دعوتنی" (تیرا ناس ہو کیا یہی کہنے کیلئے ہمیں بلایا تھا) کی صدا دعوت دین کا پہلا جواب تھا۔ پھر قریش کے قبیلے ہی سے مخالفتیں شروع ہوئیں جو بڑھتی رہیں، پھیلتی رہیں اور اندر اندر پکتی رہیں، جب ان کفار ومنافقین سے نجات ملی تو دوسرے مار آستین (منافق) اٹھ کھڑے ہوئے، سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں پڑھئے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا..... وَمِنَ النَّاسِ مَن آمَنَ..... وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا﴾

کا ایک سیل رواں ہے جو ختم ہونے پر نہیں آتا، یہود ونصاریٰ کی سازش پوری طرح سے ختم نہیں ہوئی کہ منافقوں نے سر اٹھایا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادھر آنکھ بند ہوئی اُدھر مسیلمہ کذّاب کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے، پھر ایک سے ایک فتنے ایک سے ایک سازشیں ابھرنے لگیں، مسلمانوں کو ان کے خلاف محاذ مضبوط کرنے اور ان کے فتنوں کا جواب دینے کی جدوجہد جاری رکھنا پڑی اور اس وقت سے لیکر آج تک ہزارہا فتنے رنگ بدل بدل کر ہم مسلمانوں کی صبر کی طاقت کا امتحان لیتے رہے ہیں، ہزاروں قسم کی جنگیں ہوتی رہیں، سازشوں نے ہر طرف سے گھیرا کیا، کوئی رات اہل ایمان کیلئے سکون کی رات نہیں تھی، اور جہاں رنگ رلیاں شروع ہوئیں وہاں زوال اور نکبت کا سلسلہ شروع ہوا، معلوم ہوا کہ آرام وآسائش کی جگہ مسلمانوں کیلئے دنیا نہیں ہے، آج دہلی کے قلعوں اور غرناطہ کے قدیم قصر ہائے فلک بوس اعلان کر رہے ہیں کہ دنیا فانی تھی، اور فانی ہے، چار روزہ عیش نے برسہا برس کے تمدن کو مٹا دیا، ہم زیادہ مایوسی کی باتیں کرنا پسند نہیں کرتے اور تاریک دَور کے تاریک نشانوں کو دکھانا ہم مسلمانوں کا کام نہیں ہے، مگر حقیقت کو سمجھنا اور سچائی کا سامنا کرنا بزدلی نہیں، جواں مردی ہے، جتنے مصائب ہم پر آئے اور جن کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کی ایک رات کی بلا جدوجہد کے سکون کی اور ہاتھ پہ ہاتھ دے کر زندہ رہنے کی نظر نہیں آتی، اور جہاں اس کے خلاف ہوا وہ مکر چاندنی تھی، چاندنی نہیں تھی، سنت الٰہی یہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آنا اور پھر دوسری راہ اختیار کرنے کے لئے یا یوں کہئے کہ مزید پھیلاؤ کے لئے نئی تاریکیوں کا مقابلہ کرنا ہماری تاریخ رہی ہے، اور ہمارے لئے یہ تاریک گھڑیاں نئی نہیں ہیں، اور اسلام کا معجزہ ہے کہ باوجود دشمنوں کے گھیراؤ اور بدخواہوں کے سازشی رچاؤ، اسلام اپنی جگہ پر زندہ رہا اور ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ، هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (الصف ۸-۹)

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہونچا کر رہے گا، گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں، (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے جس نے (اس اتمام نور کے لئے) اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے (کہ یہی اتمام ہے) گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں"۔

تعمیر حیات کی فائل سے

ایک مردِ مجاہد جزیرہ انڈمان میں

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

منزل عشق پہ تنہا پہونچے کوئی تمنا ساتھ نہ تھی
تھک تھک کر اس راہ میں آخر اک اک ساتھی چھوٹ گیا

پٹنہ میں احمد بخش نامی ایک رئیس زادے تھے، نازونعم میں پلے اور دنیاوی وجاہت کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کرلیا، خاندانی لحاظ سے بھی بڑے بلند تھے، ہر خاص وعام ان کی عزت کرتا سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد جب ہندوستان میں پھیلی تو یہ احمد بخش بھی اپنے خاندان کے بزرگوں کے ساتھ تحریک جہاد میں شریک ہوگئے، سید صاحب نے احمد بخش نام بدل کر احمد اللہ رکھ دیا، تمام علوم دینیہ میں تکمیل کی اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی سے حدیث کی سند حاصل کی، بڑے منتظم، صاحب تدبیر اور بارسوخ، سربرآوردہ شخصیت کے مالک تھے، وائسرائے کے دربار میں درجہ اول میں شمار ہوتے تھے، حکومت درعایا کے قضیوں میں ان ہی کو ثالث اور حکم بنایا جاتا۔

لیکن سید صاحبؒ کی تحریک نے ان کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیا، سوز ومستی اور جذب وشوق دل میں کوٹ کوٹ کر بھردیا تھا وہ ایک سیماب کی مانند ہوگئے جو حق کی بلندی کے لئے تڑپنے لگے، اس راہ میں ان کو اپنی کرسی اپنی عزت ووجاہت، اپنے رسوخ کی بھی پرواہ نہ رہی اور اعلاء کلمۃ حق کی خاطر سب کچھ لٹانے کو تیار ہوگئے یا تو ان کا تعلق انگریز حکام سے تھا اور ان کے درباری بنے ہوئے تھے یا ایسا ہوا کہ مجاہدین سے تعلق پیدا ہوگیا، تحریک کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، حکومت کی نگاہیں پھریں، دوست کو دشمن پایا اور عزیز کو بیگانہ، خاندان تو پہلے ہی آنکھوں میں کھٹکتا تھا، بھائی مولانا یحییٰ علی قبل ہی گرفتار کئے جاچکے تھے، لیکن مولانا احمد اللہ پر حکومت ہاتھ ڈالتے ہوئے ہچکچاتی تھی، ان کا ایک مقام تھا، اور عوام وخواص میں ایک بڑا رسوخ حاصل تھا لیکن یہ رسوخ، عزت وقربت کا یہ مقام اعلاء کلمۃ حق کے درمیان حائل نہ ہوسکا، یہ مردِ مجاہد اٹھا اور ببانگ دہل کفر کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، حکومت کب تک برداشت کرتی، خاندان کے گھروں کی تلاشیاں ہونے لگیں اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جانے لگیں، آخر کار سازش کا الزام لگا اور ۱۸۶۴ء میں گرفتار

> ۱۹/اگست ۱۸۵۳ء کو پٹنہ کے مجسٹریٹ نے رپورٹ پیش کی کہ "باغی جماعت اور باغیانہ خیالات ترقی پر ہیں، انگریزی صوبہ کے اس دارالسلطنت (پٹنہ) کے خاص باشندے علانیہ بغاوت کی تبلیغ کرتے ہیں پولیس بھی ان سے ملی ہوئی ہے، اور ان کے ایک سردار (مولوی احمد اللہ) نے اپنے مکان میں سات سو آدمیوں کے ایک جلسہ میں اعلان کیا کہ اگر مجسٹریٹ کی طرف سے مزید خانہ تلاشی ہوئی تو وہ ہتھیاروں سے مقابلہ کریں گے۔

کرلئے گئے، گرفتاری کے بعد مولانا کا مقدمہ دو اجلاسوں میں پیش ہوا اور دونوں اجلاسوں سے سزائے موت کا حکم سنایا گیا، لیکن کلکتہ کے ہائی کورٹ میں اپیل کرنے سے سزائے موت حبس دوام سے بدل گئی۔

پیروں میں بیڑیاں پڑیں اور جزیرہ انڈمان کو روانہ ہوئے عزت ووقار نے جواب تک سر کا تاج بنے ہوئے تھے پیر کو تھامنا چاہا مگر اس مردِ مجاہد نے ماضی کی عزت ووجاہت، کرسی، حکومت درباداری اور وقار ودولت سے آنکھیں پھیر لیں اور آخرت کی سرخروئی کو دنیا کی جھوٹی عزت پر ترجیح دی ﴿وَمَن يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ، وَمَن يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ،وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ﴾

آپ جزیرہ انڈمان پہونچے، جسم تو قید تھا لیکن دل آزاد، روح کو ایسی مسرت حاصل تھی کہ دنیادار کو دنیا کی بڑی سے بڑی دولت اور وجاہت پر بھی ایسی خوشی حاصل نہیں ہوسکتی، عزت ووقار نے پھر آگے بڑھ کر قدم چومے مگر آپ ان وقتی عزتوں سے بیزار ہوچکے تھے اور صرف رب کی خوشنودی کے خواہاں تھے اور اسی سے لو لگائے ہوئے تھے، قید وبند کی سختیاں تیز سے تیز تر ہوتی گئیں، آپ کمزور ہوتے گئے اور کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت ہوئی عمر تقریباً اسی سال کی ہوگئی تو آپ نے درخواست کی کہ مولوی محمد یقین صاحب جو آپ کے صاحبزادہ تھے ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں مگر صرف اس سبب سے یہ درخواست رد کردی گئی کہ آپ وہابی ہیں اور وہابی کے ساتھ کسی رعایت کی گنجائش نہیں۔

مولانا انڈمان میں اٹھارہ سال رہے اور مسلسل غربت ومسکنت کے عالم میں زمانہ گذارا۔ آخر آخر تک کسی کو خدمت کرنے کی اجازت نہ ملی جب اٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور ہوگئے اور بیماری نے اپنے شکنجے میں لے لیا تو ان کے بھانجے مولانا عبدالرحیم صادقپوری کو بڑی ردوقدح اور بڑی مشکل سے ان سے ملنے اور خدمت کرنے کی اجازت ملی، وہ خدمت میں حاضر ہوئے مگر پہونچ کر دیکھا کہ اس مردِ مجاہد کی روح قفس عنصری سے پرواز کرچکی ہے۔

۲۱/نومبر ۱۸۸۱ء کی شب تھی کہ انتقال کا واقعہ پیش آیا۔ انتقال کے وقت عبدالواحد نامی ایک ملازم تھا۔ انتقال کے بعد انگریزوں کی دشمنی کم نہ ہوئی اور بے جان لاشہ سے بھی انتقام پر تلے رہے۔ کسی ایسے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ ملی جہاں کوئی

بقیہ صفحہ ۸ پر

قرآنیات

قرآن کا ادبی کارنامہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

عرب دنیا میں جو مختلف اسباب، اصلاح وتغیر کا باعث بنے ان میں قرآن ایک بہت بڑا عامل ہے یہ تو سب کو معلوم ہی ہے کہ قرآن مجید کی زبان نہایت اعلیٰ اور بلیغ زبان ہے اور اس کا ادب انتہائی معیاری اور مثالی ادب ہے، عربوں کو اپنی قادرالکلامی، حسن ذوق سخن سنجی پر فخر تھا وہ ساری دنیا کو اپنے مقابلہ میں گونگا اور جاہل سمجھتے تھے اور یہ وہ بہت حد تک صحیح بھی سمجھتے تھے، وہ واقعی سخن فہمی، حسن ذوق اور نکتہ سنجی میں اپنی مثال آپ تھے۔

یہ صرف دعویٰ ہی نہیں اس کے ثبوت کے لئے کافی دلائل بآسانی فراہم ہوسکتے ہیں، وہ اس طرح کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو اپنے ادب سے اس قدر متاثر ہوتی رہی ہو جتنی کہ عرب قوم کہ اس کی زندگی کے دھارے بعض وقت اپنا رخ بدل دیں، اور اس کے شعروادب سے اس قوم کے پست بلند اور بلند پست ہوجائیں، عرب قوم میں اس کی مثالیں بے شمار ملتی ہیں، اگرچہ ان کے یہاں صرف بزم آرائی نہ تھی کہ یہ کہا جائے کہ جس کا شیوہ بزم آرائی اور سخن سنجی ہو وہ صاحب ذوق اور نکتہ سنج کیوں نہ ہوگا ان کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ کھلی ہوئی حقیقت نظر آئے گی کہ اس قوم کو رزم آرائی سے ہر وقت سامنا تھا اور بزم آرائی سے کبھی کبھی، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ یہ قوم ننانوے فیصدی جاہل تھی، اب اس کی سخن سنجی صرف زبانی اور سرراہ رہ جاتی ہے۔

> اس میں شک نہیں کہ لوگوں کی مجموعی ہدایت واصلاح میں قرآن کی اس تاثیر کے ساتھ ایک دوسری تاثیر بھی شامل ہوجایا کرتی تھی اور یہ تاثیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی تاثیر تھی۔ جس کے تنہا اثر انداز ہونے کے بھی بے شمار واقعات ملتے ہیں اور جس کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی نشر واشاعت میں درحقیقت یہ دو بہت بڑے عامل تھے جن کے اثر سے صحابۂ کرام کے اکثر واغلب اشخاص اسلام لائے۔

یہی لوگ تھے جن کی زبان میں قرآن مجید نازل کیا گیا اور وہ ایسے اعلیٰ ادب اور موثر اسالیب بیان میں تھا کہ اس نے ساری عرب دنیا کو متحیر کردیا، سارے عرب انگشت بدنداں تھے کہ زبان وہی جو ہم بولتے ہیں الفاظ سارے کے سارے وہی جو ہمارے یہاں مستعمل ہیں پھر یہ کیا سحر ہے جو اس میں پایا جاتا ہے اور ادب کی یہ کون سی منزل ہے جس تک ہمارے بڑے سے بڑے ادیب نہیں پہونچ سکتے تھے، چنے ہوئے سات مشہور شعراء کے منتخب قصیدوں کو ہم نے اپنے ادب کی چوٹی کا درجہ دیا لیکن وہ بھی اس کے سامنے بے جان معلوم ہوتے ہیں، قرآن نے ان کو چیلنج دیا اور کہا کہ اس جیسے ادب کا ایک قطعہ یا کم از کم دس جملے ہی بنا کر لاؤ لیکن ان میں سے کسی کی ہمت نہیں پڑی وجہ غالباً یہ تھی کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی شخص کس حد تک ادبی ترقی کرسکتا ہے اور جمال تعبیر میں کہاں تک اونچا اٹھ سکتا ہے، اپنے اس تجربے کی بنا پر ان کو علم تھا کہ قرآن کی ادبی منزل تک انکا پہونچنا ناممکن ہے، ان کے لئے قرآن کے اسلوب کلام کا نام بھی متعین کرنا مشکل ہوگیا ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کلام کو اپنے اصناف سخن میں سے کس صنف میں شمار کریں، انھوں نے اس کے فیصلہ کے لئے ایک مجلس بھی کی جس میں عقلاء قریش جمع ہوئے ہر شخص نے اپنی اپنی رائے دی لیکن کسی رائے پر اتفاق نہ ہوسکا اور آخر میں مجلس کے ایک سربرآوردہ شخص کی ملی جلی رائے پر قناعت کرلی گئی۔

قرآن مجید نے جو معجزانہ اثر عرب قوم پر ڈالا وہ فی الحقیقت ناقابل فہم اور غیر معروف اثر نہ تھا بلکہ نہایت بڑے پیمانے پر وہی اثر تھا جو ان پر اپنے ادب وشعر سے پڑا کرتا تھا۔

عربوں میں شعر وادب اس منزل تک پہونچ چکے تھے کہ ان کی زندگی پر وہ انقلابی اثر ڈالا کرتے تھے، ان کی تاریخ میں متعدد قبائل ایسے نظر آئیں گے جو کسی مدحیہ قصیدہ سے پست سے بلند ہوگئے اور متعدد ایسے نظر آئیں گے کہ بلند سے پست ہوگئے ان دونوں باتوں کے ثبوت کے لئے دو مثالیں پیش کرنا مناسب رہے گا ایک مثال بنی نمیر کی ہے جو بنی عامر کی ایک شاخ تھی جب جریر شاعر نے یہ شعر کہا:

فغض الطرف انک من نمیر
فلا کعبا بلغت ولا کلابا

تو اس وقت سے یہ قبیلہ لوگوں کی اور خود اپنی نظروں سے ایسا گر گیا کہ جب بھی اس کے کسی فرد سے کوئی دریافت کرتا کہ تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے تو وہ کہتا کہ بنی عامر سے اور بنی نمیر سے منسوب کرنے کی اس کو ہمت نہ پڑتی، اسی طرح بنی انف الناقہ اپنے نام کی وجہ سے حقارت محسوس کرتے اور حقیر سمجھے جاتے تھے جب ان سے پوچھا جاتا تو اپنے اوپر کے قبیلہ بنی قریع کا

نام بتاتے، حطیئہ شاعر نے یہ شعر کہا کہ:

قوم هم الانف والاذناب غیرهم
ومن سا وٰی بانف الناقة الذنباء

تو اپنے نام سے شرمانے کے بجائے اسی نام پر فخر کرتے اور اپنے کو معزز سمجھتے اور سمجھے جاتے۔

اس ذہن و ذوق کے لوگوں میں قرآن مجید نازل ہوا اور اس نے اپنے اعلیٰ اور اثر انگیز ادب سے عرب قوم کے ذہن و دماغ کو متاثر کرنے سے قبل ان کے نفوس و جذبات کو متاثر کیا جس نے بھی چند آیتیں سن لیں موم ہوگیا، دشمن ہو کر آیا دوست بن کر گیا، قریش نے ایک روز جلسہ کر کے طے کیا کہ ایک تجربہ کار اور فہیم شخص سب کی طرف سے نمائندہ بن کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نئے دین کے سلسلے میں گفتگو کرے اور ان کو ایک بات پر راضی کر لے، وہ شخص گیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قریش کے مطالبات پُر زور طریقہ سے پیش کئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں چند آیتیں پڑھ کر سنائیں جس کے سننے کے بعد وہ شخص جواب لئے بغیر واپس آیا، قریش اس کا چہرہ دیکھتے ہی بھانپ گئے اور کہنے لگے کہ لو تمہارا ساتھی کچھ بدل کر آیا ہے، اس نے سوچ کر کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کی حالت پر چھوڑ دو نہ تم ان کے معاملے میں بولو نہ وہ تمہارے معاملے میں بولیں، ایک دن قریش کے بڑے بڑے اہل عقل جنھوں نے آپس میں طے کر رکھا تھا کہ نہ قرآن کا ایک لفظ سنیں گے اور نہ کسی کو سننے دیں گے۔ چوسات کی تعداد میں ایک شب الگ الگ چھپ کر بیٹھے کہ ذرا سن تو لیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتے اور لوگوں کو سناتے کیا ہیں، رات کو ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ قرآن کو معاندانہ نظر سے سنا لیکن ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ متاثر ہوا اور اس کا ایمان اپنی رائے پر متزلزل ہوگیا۔

اس میں شک نہیں کہ لوگوں کی مجموعی ہدایت و اصلاح میں قرآن کی اس تاثیر کے ساتھ ایک دوسری تاثیر بھی شامل ہو جایا کرتی تھی اور یہ تاثیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی تاثیر تھی جس کے تنہا اثر انداز ہونے کے بھی بے شمار واقعات ملتے ہیں اور جس کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی نشر و اشاعت میں درحقیقت یہ دو بہت بڑے عامل تھے جن کے اثر سے صحابۂ کرام کے اکثر و اغلب اشخاص اسلام لائے۔

لیکن اس وقت میں صرف قرآن کی اس تاثیر کو پیش کر رہا ہوں، قرآن کے اس ادبی کمال کی وجہ سے آج تک پوری عرب قوم خواہ اس میں عیسائی ہوں یا قبطی ہوں، خواہ یہودی ہوں یا کسی اور مذہب

آج کے ملحد ادیب بھی اگر ادب میں کسی تخلیق کی پیروی سے مفر نہیں سمجھتے تو وہ قرآن ہے، اور شاید لوگوں کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ مصر و شام کے کٹر عیسائی اور قبطی قرآن مجید ادبی استفادہ کی غرض سے حفظ بھی کر لیتے ہیں۔

کے سب اس بات کے معترف ہیں کہ عربی زبان نے باوجود ادبی حیثیت سے مالا مال ہونے کے اب تک قرآن جیسا ادب میں فرد کوئی نمونہ نہیں پیش کیا، آج کے ملحد ادیب بھی اگر ادب میں کسی تخلیق کی پیروی سے مفر نہیں سمجھتے تو وہ قرآن ہے، اور شاید لوگوں کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ مصر و شام کے کٹر عیسائی اور قبطی قرآن مجید ادبی استفادہ کی غرض سے حفظ بھی کر لیتے ہیں۔

قرآن کی ادبی مثالیت ایک ٹھوس حقیقت ہے، اگر اس حقیقت سے غیر مسلم ادیب آنکھ بند کر لیں تو ان کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن اس طرح وہ خود اپنا نقصان کریں گے، اس حقیقت کی پختگی کی کس قدر بڑی دلیل ہے کہ تیرہ سو سال تک عرب دنیا کا ادب اسی ادب پارہ کے اردگرد چکر لگاتا رہا ہے اور کسی نہ کسی صفت میں اس سے متعلق ہے اور اس کے نور سے کسب فیض کرتا ہے۔

اس طرح پر قرآن نے عربی ادب و زبان کو بہت کچھ دیا اور عربی ادب میں انقلاب بھی پیدا کیا، دیکھئے قرآن کے نازل ہونے سے قبل عربی ادب پر کیا چھاپ اور اس کا کیا مزاج تھا اور قرآن کے نزول کے بعد اس کی کیا چھاپ اور کیا مزاج ہوگیا، یہ بات اس کے علاوہ ہے کہ قرآن نے عربی زبان کو بہت سے نئے الفاظ دیئے اور زبان کی شیرازہ بندی کی، یہ حقیقت ہے کہ اگر قرآن نازل نہ ہوتا تو عربی زبان کا شیرازہ بکھر جاتا، قرآن نے عربی ادب میں مضمون آفرینی اور منطقیت اور گداز پیدا کیا، یہ چیزیں جاہلی ادب میں مفقود تھیں، اسلام کے آنے کے بعد کی شاعری میں یہ رنگ صاف جھلکتا ہے اور جاہلی شاعری میں اس سلسلہ میں مایوسی ہوتی ہے۔

جاہلی دور میں تاثیر اور جمال شاعری تک محدود تھا جو نثر میں پیدا نہیں کیا جاسکتا تھا اور ہر زبان میں بھی شاعری ہی اس صفت کی متحمل ہوسکتی ہے، لیکن قرآن نے اس کے بالکل برعکس کر دکھایا، اس نے نثر کے فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ نظم کا بھی وہ کام کیا جو شاعری اپنے عروج تک پہونچنے کے بعد بھی نہیں کر سکتی، اس طرح قرآن نے ایک زبردست ادبی کارنامہ انجام دیا، اور عرب قوم کو جو اپنی سخن دانی اور ادبی فہم میں اپنے وقت کی امام تھی اور اس کو اس پر ناز بھی تھا، اپنا لوہا منوانے پر مجبور کر دیا، قوم میں وہ انقلاب پیدا کیا جو آج تک دنیا کے کسی ادب نے کسی قوم میں کبھی نہیں کیا تھا اور صرف یہی نہیں بلکہ ہزار سال سے زیادہ سے اپنے زبان و ادب کی حفاظت و قیادت آج تک کر رہا ہے۔ ✤✤✤

حق پرستی اور آزمائش کا چولی دامن کا ساتھ ہے

مولانا محمد اویس ندوی نگرامی

اس دنیا میں ظلم و ستم اور جبر و انتقام کے جتنے واقعات پیش آئے ہیں، اگر ان کے اسباب و علل کی تلاش و جستجو کی جائے تو ان سب کی غلط یا صحیح کچھ نہ کچھ توجیہہ کی جاسکتی ہے لیکن مظلوموں اور ستم زدوں کے اس گروہ میں ایک جماعت ایسی بھی ملے گی کہ بے گناہی کے سوا ان کا اور دوسرا کوئی جرم شاید نہ معلوم ہو سکے، خود ظالموں اور ستم گروں سے اگر دریافت کیا جاتا کہ ان کے یہ زخم خوردہ کیا خون ناحق کے مجرم تھے؟ کسی کے مال و متاع پر ان کی نگاہیں تھیں؟ کسی کی عزت و ناموس کے یہ خواہاں تھے؟ امن و امان کو ان سے خطرہ تھا؟ کسی کے جاہ اور منصب پر یہ قابض ہونا چاہتے تھے؟ رذائل اخلاق سے ان کا دامن داغدار تھا؟ ان سب سوالات کے جواب میں وہ یقیناً کہتے کہ نہیں ہرگز نہیں، لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں نیک نفسوں کی یہ جماعت خدا کی اسی زمین پر اس طرح ستائی گئی کہ دشت و جبل اور بحر و بر ان پر تنگ ہوگئے، اور شجر و حجر بھی ان کو پناہ نہ دے سکے۔

بے شبہ ان ناکردہ گناہوں کے مصائب و آلام کی کوئی ظاہری توجیہہ تو نہیں کی جاسکتی ہے لیکن حقیقتاً یہ ظلم و ستم بے وجہ نہیں تھا، قرآن عزیز نے اس سربستہ راز کو آشکارا کیا ہے اور اس نے اعلان کیا ہے کہ:

''اور ان سے بدلہ نہیں لیتے تھے مگر صرف اس کا کہ وہ یقین لائے اللہ پر جو زبردست ہے، تعریفوں کا مستحق ہے''۔

خدائے وحدہٗ کی پرستاری اور اس کے پیغمبران برحق کی تابعداری ہی کو حق و صداقت کے منکروں کی نگاہ میں ہمیشہ جرم عظیم قرار دیا گیا۔ اس جرم کی پاداش میں حضرت صالح علیہ السلام کی ایذا رسانی کے لئے ناپاک سازش کی گئی۔

''اور شہر میں نو شخص تھے کہ ملک میں خرابی کرتے تھے اور اصلاح نہ کرتے تھے انھوں نے کہا کہ آپس میں قسم کھاؤ اللہ کی کہ رات میں ہم اس پر جا پڑیں اور اس کے گھر، پر پھر کہدیں گے اس کے

حق پرستی و حق کوشی اور ابتلاء و آزمائش کا چولی دامن کا ساتھ ہے، بے شبہ رنج و غم اور درد و الم کی یہ کیفیتیں دائمی نہیں بلکہ عارضی ہوتی ہیں اور مصائب و آلام کی شب ظلمت کے بعد سکون و طمانیت کی نورانی صبح اپنی جلوہ فرمائیوں کے ساتھ ضرور نمودار ہوتی ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ رہ روان راہ حق کو عموماً تحمل و برداشت کی وادی پرخار سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔

کے دعوے کرنے والے سے، کہ ہم نے نہیں دیکھا جب تباہ ہوا''۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے برملا کہا گیا:

''ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے یاد رکھ اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر کے چھوڑوں گا''۔

سنگساری کی دھمکی کے سوا ان کو آگ میں جلا ڈالنے کا ارادہ بھی کیا گیا۔

''وہ سب کہنے لگے اس کو جلا ڈالو اور اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو اگر تم کرنا چاہتے ہو''۔

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق کہا گیا کہ ان کو شہر بدر کر دو۔

''لوط کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا، کہنے لگے ان کو اپنے شہر سے نکال دو''۔

حضرت شعیب علیہ السلام سے بھی کہا گیا:

''اگر تمہارے ساتھ تمہاری برادری کے آدمی نہ ہوتے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کرتے''۔

مصر کے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قید و بند سے ڈرایا اور کہا کہ:

''فرعون نے کہا اگر تو نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تجھ کو ضرور قید کروں گا''۔

اس بدبخت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں سے کہا:

''میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لئے اس نے فرمان جاری کیا کہ اولاد نرینہ کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دو اور لڑکیوں کو چاکری کے لیے زندہ رہنے دو۔

''اور فرعون کی قوم میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فسادات پھیلائے اور تجھ کو اور تیرے دیوتاؤں کو ٹھکرائے فرعون نے کہا کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر ہر طرح غالب ہیں''۔

ان کوششوں کے بعد بھی جب حق کی آواز بلند ہی ہوتی رہی تو ظالم نے خیال قائم کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کو کیوں نہ قتل کر دیا جائے کہ سارا قصہ ختم ہو جائے۔

''اور فرعون نے کہا مجھ کو موسیٰ کو قتل کر لینے دو اور اس کو چاہئے کہ اپنے رب کو پکارے''۔

قرآن مجید نے اصحاب القریہ کے واقعہ کے سلسلے میں بیان کیا کہ انھوں نے حق کے داعیوں سے کہا:

''اگر تم اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار

کریں گے اور سخت قسم کا عذاب چکھائیں گے"۔

اصحاب کہف کو ظالموں کے شر سے نجات اسی وقت ملی جب وہ ایک غار میں گوشہ نشین ہوگئے۔

"جبکہ چند نوجوان پہاڑ کے غار میں پناہ گزیں ہوگئے تھے"۔

اصحاب الاخدود کو جس طرح آگ کا ایندھن بنایا گیا سورہ بروج انکی شاہد ہے، خود حق تعالیٰ نے ان کی مظلومیت کی وجہ بیان فرمادی کہ:

"اور ان سے بدلہ نہیں لیتے تھے مگر صرف اس بات کا کہ وہ یقین لائیں اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں والا ہے"۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ تاریخ کا کوئی مخفی واقعہ نہیں ہے، اس سلسلہ میں قرآن مجید کا یہ اجمالی اشارہ کافی ہے:

"اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب منکرین تیرے خلاف سازش کررہے تھے تاکہ تجھ کو قید کرلیں یا مار ڈالیں یا (مکہ) سے نکال دیں"۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو جن آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا وہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے خود وحی الٰہی نے ان بلاکشان اسلام کی قربانیوں کا اعتراف کیا اور فرمایا:

"جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور میری راہ میں لڑے اور مارے گئے"۔

گذشتہ سطروں میں جو اشارات پیش کیے گئے ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق پرستی وحق کوشی اور ابتلاء وآزمائش کا چولی دامن کا ساتھ ہے، بے شبہ رنج وغم اور درد والم کی یہ کیفیتیں دائمی نہیں بلکہ عارضی ہوتی ہیں اور مصائب وآلام کی شب ظلمت کے بعد سکون وطمانیت کی نورانی صبح اپنی جلوہ فرمائیوں کے ساتھ ضرور نمودار ہوتی ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ رہ روان راہ حق کو عموماً تحمل وبرداشت کی وادی پُر خار سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔

آزمائش ہے نشان بندگان محترم
جانچ ہوتی ہے انھیں کی جن پر ہوتا ہے کرم

قانون قدرت کے اس آئینہ حقیقت نما میں ہم کو اپنی صورت حال کو بھی دیکھنا چاہئے، ہمارے اپنے پختہ اور سچے عقیدہ کے مطابق اس پوری کائنات میں مسلمانوں کے سوا دوسری اور کون جماعت ہے جو خدائے واحد کی پرستاری اور اس کے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا دعویٰ کرسکے؟ ایمان وعمل کی تمام کمزوریوں کے اعتراف کے باوجود مسلمانوں کے سوا دین اسلام کا شرف انتساب کس کو حاصل ہے؟ جب یہ بات صحیح ہے تو پھر ناسازگار فضاؤں سے ہم کیوں گھبرائیں؟ اور ناموافق ماحول سے برداشتہ خاطر کیوں ہوں؟ آخر اپنی بلند نسبت کے سلسلہ میں کیا ابتلاء وآزمائش کے کسی قدر حق سے بھی ہم ادا نہ ہوں ع

ایمان وعمل کی تمام کمزوریوں کے اعتراف کے باوجود مسلمانوں کے سوا دین اسلام کا شرف انتساب کس کو حاصل ہے؟ جب یہ بات صحیح ہے تو پھر ناسازگار فضاؤں سے ہم کیوں گھبرائیں؟

جس کو ہو جان ودل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

البتہ اس منزل پر یہ بات ضرور سوچنے کے لائق ہے کہ ہم کو تو اسلئے نشانہ ملامت بنایا گیا کہ ہم قبول حق کے مجرم ہیں، لیکن خود ہمارا کیا حال ہے؟ کیا ہم خود بھی یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ ہم کو موجودہ دنیا نے اس لیے چھوڑا کہ ہم خدا کے ہیں؟ کیا ہمارا ضمیر ہم کو یہ تسکین دے سکتا ہے کہ واقعی ہماری حق پرستی اور حق کوشی کی بنا پر ہم کو آزمائش سے گزرنا پڑرہا ہے؟ کاش اس منزل پر ہمارا ملی احساس زندہ اور دینی شعور بیدار ہوجاتا اور ہم دنیا کو محسوس کرادیتے کہ راہ حق کے مظلوم اس جور وجفا میں بھی اتنی لذت پاتے ہیں کہ اگر ظالموں اور ستم گروں کو اس کا اندازہ ہوجائے تو وہ ظلم وستم بھی چھوڑ بیٹھیں۔

رشوت: ایک جرم

عن عبد اللہ بن عمرؓ و قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" الراشی والمرتشی" (رواہ ابو داؤد)رواہ احمد والبیھقی فی شعب الایمان عن ثوبان و زاد " والرائش یعنی الذی یمشی بینھما"(مشکوٰۃ ص ۳۲۶۔)

ترجمہ: عبداللہ ابن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت کھانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور کتب حدیث میں ثوبانؓ سے اس شخص پر بھی لعنت مذکور ہے جو درمیان میں رشوت کا معاملہ طے کرنے والا ہو۔

عن أبی أمامة أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شفع لاحد شفاعة فاھدی لہ ھدیة علیھا فقبلھا فقد اتیٰ بابا عظیماً من أبواب الربا"

ترجمہ: ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی شخص کے معاملہ میں صحیح سفارش بھی کی اور اس کے بعد اس کے سامنے سفارش کرنے والے نے کوئی ہدیہ پیش کیا اور اس نے قبول کرلیا تو اس کو یا درکھنا چاہئے کہ یہ بھی بڑی سودخوری کے برابر ہے۔

تشریح: رشوت کی حرمت اور اس کی حیثیت مذکورہ بالا ترجمہ سے ظاہر ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اس ایک جرم میں تین شخص مجرم قرار دئے جاتے ہیں، اسلام میں جرائم کے انسداد کے لئے صرف قوانین وضع کردینا یہ ناکافی سمجھا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ذہنیت اور معاشرت کی تبدیلی پر بھی زور دیا گیا ہے، اور انسان کے ضمیر پر ایک ایسی طاقت کا دباؤ ڈالا گیا ہے جو حاضر وغائب کے دل پر یکساں مستولی رہے، قرآن کریم میں بہت سے مقامات میں آئین وضوابط کا تذکرہ فرمایا گیا تو "اتقوا اللہ" کا لفظ فرمادیا گیا ہے یا یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو کچھ تم کہتے یا کرتے ہو وہ پوشیدہ ہو یا اعلانیہ ان میں سے کوئی بات ہمارے علم سے باہر نہیں رہتی، وہ براہ راست بھی ہم سنتے اور جانتے ہیں اور ہمارے دو فرشتے تمہاری ایک ایک حرکت اور سکون کو ضبط تحریر میں لاتے رہتے ہیں، اور اس سے آگے بڑھ کر تمہارے اچھے برے افعال خود تمہارے اعضاء میں ایسے اثرات چھوڑ جاتے ہیں جو دنیا میں زبانِ حال سے اور آخرت میں زبانِ قال سے ان پر شاہد ہوں گے، آج بھی ایک پولیس افسر، یا ایک مشین آدمی کو دور سے دیکھ کر یہ تاڑ لیتی ہے کہ فلاں مال کی چوری اس نے کی ہے اور صرف اپنے تجربہ اور قیافہ شناسی سے اس کو گرفتار کرلیا جاتا ہے، اس کا مطلب یہی تو ہے کہ اس کی چوری کے اثرات کچھ نہ کچھ اس کے جسم اور چہرے سے نمایاں ہونے لگتے ہیں، تو پھر آپ کو اسی طرح انسان کے دوسرے افعال کی شہادت میں آخرت کے دن شبہ کرنے کی وجہ کیا ہے، شریعت میں لعنت وہ آخری لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سب سے بڑھ کر راندۂ درگاہ کے لیے یعنی ابلیس شیطان کے لیے استعمال فرمایا ہے یہی لفظ رشوت کے معاملہ میں استعمال فرمایا ہے۔

اب اگر کسی کے دل پر اس آخری لفظ کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا تو پھر وہ صرف قانون سے کیا متاثر ہوسکتا ہے؟ ☆☆☆

ایک صدی قبل کی ایک تحریر

"بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک جماعت علماء کی دنیا کے حالات اور واقعات سے بھی باخبر ہو، اس کو معلوم ہو کہ جس سلطنت میں وہ بسر کرتی ہے اس کے اصول سلطنت کیا ہیں؟ اس کو اس حکومت سے کس قسم کا تعلق ہے؟ مسلمانوں کی دنیوی حالت کیا ہے، ان کو کیا ضرورتیں درپیش ہیں، سلطنت کے انتظامات میں جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، ان سے مسلمانوں کی حالت پر کیا اثر پڑتا ہے؟

ملک میں علماء کا جو اثر کم ہوتا جارہا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ خیال عام طور پر پھیلتا جاتا ہے کہ علماء حجروں میں معتکف ہیں اور ان کو دنیا کے حال سے بالکل خبر نہیں، اس لئے دنیاوی معاملات میں ان کی ہدایت اور ان کا ارشاد بالکل ناقابل التفات ہے۔

بے شبہ جو علماء دنیا سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور ان کو کثرت عبادت اور ذکر وفکر کی وجہ سے اپنے زن وفرزند کی ضروریات کی طرف بھی توجہ نہیں، اصحاب صفہؓ سے ان کو تشبیہ دی جاسکتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ کل صحابہ کرامؓ اصحاب صفہ نہیں تھے، اور نہ ہوسکتے تھے۔

بے شبہ اصحاب صفہؓ کے مشابہ ایک گروہ ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہئے، لیکن اس کے ساتھ نہایت ضروری ہے ایک جماعت کثیر ایسی بھی موجود ہو جو واقفیت واطلاع، انتظام وتدبیر، حزم ومصلحت اندیشی میں حضرت عمرؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، خالد بن ولیدؓ اور ابوعبیدہؓ کے نقش قدم پر ہو۔"

(مولانا محمد علی مونگیریؒ)

گزشتہ سے پیوستہ

اعجاز قرآن

قرآن کریم کا تعارف قرآن کریم کی زبان سے

مولانا عبداللہ عباس ندوی کی زیر طبع تصنیف کا ایک باب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے محاضرات میں ایک محاضرہ اسی موضوع پر ہے جو حضرت مرحوم نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے درس قرآن میں دیئے تھے۔ قرآن کریم کا تعارف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی ہوا، ہم پہلے ان جملوں کو نقل کرتے ہیں ان میں دو معجزے بھی لائق تجزیہ ہیں۔

فیہ نبا ما کان قبلکم وخبر مابعدکم و حکم ما بینکم

''اس کتاب عظیم میں تم سے پہلی امتوں کے واقعات ہیں اور اس میں بیان کردیا گیا ہے کہ تمہارے بعد کیا پیش آنے والا ہے۔''

ھو الفصل لیس بالھزل، من ترکہ من جبار، قصمہ اللہ ومن طلب الھدی فی غیرہ اضلہ اللہ، وھو حبل اللہ المتین، وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم ھو الذی لا تزیغ بہ الأھواء ولا تلتبس بہ الالسنۃ ولا تشبع منہ العلماء ولا یخلق علی کثرۃ الرد، ولا تنقضی عجائبہ ھو الذی لم تنتہ الجن اذا سمعتہ حتی اذا قالوا (انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد) من قال بہ صدق و من بہ اجر، ومن حکم بہ عدل، ومن دعا الیہ ھدی الی صراط مستقیم۔

(الترمذی باب الثواب علی تلاوۃ القرآن روایۃ عن ابی عالب)

''یہ دوٹوک دھنس اور حقائق پر مبنی باتوں کا مجموعہ ہے کوئی دل لگی یا تفریحی بات نہیں ہے، کوئی سرکش اس کو چھوڑ دے تو اللہ اس کی (کمر) توڑ دے گا۔ اور جو اس کو چھوڑ کر کسی اور کتاب میں ہدایت طلب کرے گا اس کو گمراہی میں چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ وہ ذکر حکیم ہے وہ صراط مستقیم ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کو خواہشات نہیں چلاتی اور جس کے پڑھنے سے زبانیں نہیں گنڈمڈ ہوتیں۔ اور بار بار پڑھنے کے باوجود یہ کلام پرانا نہیں ہوتا اور نہ اس کے عجائب ختم ہوتے ہیں، اس کی آیات کو سن کر جنات کو کہنا پڑا کہ ہم نے عجب و غریب تلاوت سنی ہے۔ وہ راہ حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے ان آیات سے جو استدلال کرے وہ سچا ہے۔ اور جو اس کی طرف دعوت دے اس کو سیدھا راستہ دکھادیا گیا۔''

یوں تو حدیث نبوی کا ہر لفظ اپنی جگہ صداقت وحق گوئی کا جوہر گراں مایہ ہے خاص طور پر اس کے دو جملے ایسے ہیں جن کی صداقت پر کوئی اہل علم، خواہ وہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کا دشمن کیوں نہ ہو انکار نہیں کرسکتا۔

لا یخلق علی کثرۃ الرد

قرآن کو جتنی بار دل چاہے پڑھئے اس سے نہ دل اکتائے گا اور نہ زبان تھکے گی، روزانہ ساری دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں بار تلاوت کی جاتی ہے کرۂ ارض کا کون سا حصہ خالی ہے جہاں نماز نہ ہورہی ہو، جس وقت آپ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں کسی ملک میں فجر کی نماز ہورہی ہوگی۔ کسی ملک میں عصر کی نماز ہورہی ہوگی کہیں مغرب کا وقت داخل ہوچکا ہوگا جس وقت آپ سو رہے ہیں کسی ملک میں عشاء کی نماز کا وقت شروع ہوا ہے۔ ذرا ایک عالمی نقشہ سامنے رکھ کر دیکھئے اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ خواہ تعداد میں کم سہی مگر روئے زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو نمازیوں سے خالی ہو۔ سردست ان تمام دقتوں کو نظر انداز کیجئے صرف ایک سورۂ فاتحہ کو لیجئے دن بھر میں آپ کے ملک میں کتنی بار پڑھی جاتی ہے مگر اس میں پرانا پن نہیں آتا۔ برخلاف اس کے دوسرے کلام کو دیکھئے۔ اگر شعر وشاعری کا ذوق رکھتے ہیں اور کوئی اچھوتے قسم کا نیا شعر سن کر آپ پھڑک گئے ہوں اس کو مزہ لے لے کر بار بار پڑھیں گے مگر کتنی بار؟ آخر میں ایک دن دو دن میں آپ کو دہراتے ہوئے برا لگے گا آپ کے اعزہ اور گھر کے افراد کے کان سنتے سنتے پک جائیں گے اور کتنے اچھے اچھے شعر آج کوئی پڑھتے ہوئے جھجک محسوس کرتا ہے، ایک شعر ہے۔

سپردم بہ تو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم وبیش را

مولانا محمد علی جوہرؒ نے علی گڑھ کی کسی کمیٹی میں یہ شعر پڑھا تھا۔ ''نگار معنیٰ'' میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ یہ فرسودہ اور پرانا شعر سن کر حاضرین پر مایوسی کی ایک لہر چھاگئی۔ اس طرح کے سیکڑوں شعر اور جملے ہیں جن کو سن کر آدمی محسوس کرتا ہے کہ یہ پرانا اور فرسودہ کلام ہے، مگر قرآن کو پڑھتے جایئے پڑھتے جایئے ہر مرتبہ ایک نئی لذت، نیا شعور، اور نئی امنگ پیدا ہوگئی۔

راقم عاجز نے اللہ تعالیٰ کے ایک بندہ کو جن کی عمر اسی سے متجاوز تھی نفل میں سورۂ فاتحہ کا آخری جز "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" پڑھتے وقت ان کے آنسو کا بہنا اور جسم میں کپکپی کا پیدا ہونا دیکھا ہے۔

حسن کلام کی چند جھلکیاں

اب تک معجزہ قرآن کی جو مثالیں دی گئی ہیں اس میں زبان وبیان کے محاسن کا ذکر نہیں آیا، کیونکہ اس کا تعلق عربی زبان کے گہرے مطالعہ اور اس کے نکات کی واقفیت پر مبنی ہے۔ البتہ باب دوم میں قدماء کے بیانات کی روشنی میں چند رموز کی طرف اشارہ کیا جائے گا لیکن اس باب میں ہم صرف چند گوشے ایسے پیش کرنے کی کوشش کررہے ہیں جس میں لسانیاتی جمال کا بھرپور عنصر موجود ہے، اور ترجمہ کے ذریعہ کلام پاک کا مطالعہ کرنے والوں کی سمجھ

میں آسکتا ہے، اس سلسلے میں ایک اہم بات کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ کلام پاک میں جہاں اس کی بلاغت کا ذکر آیا مصنفین تشبیہ مجاز، استعارہ، وکنایہ، کو نمایاں کرنے کی زیادہ کوشش کرتے رہے اور عام بیانات ''حلال وحرام'' کے مسائل احکام ونواہی کی تفصیل وعظ وارشاد کے اسالیب کی طرف کم توجہ کی گئی، گویا قرآن مجید میں جہاں اہل زبان کو چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ اس جیسی ایک سورہ بھی اپنی طرف سے تصنیف نہیں کرسکتے، وہاں اس کا مطلب مجاز وکنایہ اور تشبیہ واستعارہ کی زبان ہے، حالانکہ پورا قرآن شروع سے آخر تک معجزہ ہے، اور ہر آیت اپنی جگہ پر بلاغت کی علامت ہے، مثال کے طور پر سورۂ بقرہ کی ابتدائی رکوعات کی تلاوت کیجئے۔ "الٓمٓ" سے لے کر آیت تحدّی۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین، فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین

(البقرہ ۲۳۔۲۴)

''اور اگر تم کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا تم پھر بنالاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو اور بلالو اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ تجویز کر رکھے ہیں اگر تم سچے ہو پھر اگر تم یہ کام نہ کرسکے اور قیامت تک بھی نہ کرسکو گے تو پھر ذرا بچتے رہو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے۔''

تک نمونہ کے طور پر پڑھ جایئے اور دیکھئے کہیں پر زبان رکتی ہے؟ تسلسل میں فرق آتا ہے؟ کوئی غریب لفظ ہے؟ کوئی پیچیدہ ترکیب ہے؟ کوئی فلسفیانہ گتھی ہے؟ معلوم ہوگا بجز اس کے کچھ نہیں کہ ایک سیدھا سادہ بیان ہے اہل ایمان کی تعریف میں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ کفار کا حتمی جواب جس سے ان کے انکار کامل کا پتہ لگے (اور کفر کے معنی انکار، ناشکری، روگردانی، اور حق سے منہ پھیرنا اور باطل کی طرف مائل ہونا ہے) اس کے بعد منافقوں کا ذکر ہے جو اپنے جذبۂ انکار پر عمل کرتے ہیں اور زبان سے اپنے مؤمن ہونے کا اقرار کرانا چاہتے ہیں ان کے بعد ان مرتدین کا ذکر ہے جو صرف انکار ونفاق پر قائم ہیں بلکہ انکار ونفاق جس کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور زبان سے اصلاح کا نام لیتے ہیں۔ بدی کے خوگر ہیں اور نیکی کا دم بھرتے ہیں، اس پورے رکوع میں ایک سلاست ہے، جو عام انسانی گفتگو کی سلاست سے ہزار گنا بلند ہے، جب ان سے کہا گیا کہ بھلے آدمیوں کی طرح تم بھی ایمان لے آؤ تو انہوں نے بہت پھیکے پن کے ساتھ اور جان چھڑانے کے انداز میں ایک لفظ جواب میں کہدیا "آمنّا"، بحث میں نہ پڑنے کا اظہار بے دلی کے ساتھ کردیا کہ ہاں ایمان لے آئے۔ لیکن جب ان کے ہم عقیدہ جمع ہوتے ہیں اور یہی سوال کرتے ہیں کہ کیا تم ایمان لے آئے تو جوش کے ساتھ کہتے ہیں "انا معکم انما نحن مستھزئون" یہاں پر دو جملے ہیں اور جب مسلمانوں کو جواب دیا تھا جس کا لہجہ بتارہا ہے کہ انتہائی بے دلی کے ساتھ کہدیا "آمنّا" یہ کوئی ایسا نکتہ نہیں ہے، جس کی مثال قرآن کریم میں دوسری جگہ نہ ملتی ہو۔ غیر عربی داں حضرات کے لئے بطور مثال کے پیش کیا گیا، قرآن مجید نے صرف قانونی انداز کا جواب نہیں دیا، وعظ ونصیحت کا وہ انداز اختیار نہیں کیا ہے جو قلب پر اثر انداز ہو۔ سورۂ اعراف میں ان انبیاء کرام کا ذکر ہے، جنہوں نے اپنی قوم کے سامنے دعوت حق پیش کی اور قوم نے ایمان لانے سے انکار کردیا، چنانچہ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے تباہ کردیا، کہیں سیلاب آیا، کہیں پتھراؤ ہوا، کہیں زلزلہ آیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تجارتی لین دین میں ایمانداری کی شاہ راہ پر قائم نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو عبرت بنایا اور سب کو زمین کے اندر یکبارگی دھنسادیا اور وہ لوگ اس درجہ تباہ ہوئے کہ ان کا نام ونشان نہ ملا گویا کہ وہ کبھی اس جگہ بسے ہوئے تھے ہی نہیں۔ کان لم یغنوا فیھا۔

ایک پیغمبر کی بات جب پوری ہوجاتی ہے اور جس کی پیشن گوئی کی تھی وہ پیش آجاتی ہے تو پیغمبر کے اندر فاتحانہ غرور نہیں پیدا ہوتا بلکہ اللہ کی عظمت سے اس کا دل جھک جاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم جب تباہ ہوگئی تو کس دل اندوزی اور گہرے غم کے ساتھ آپ نے ان کو مخاطب کیا ہے جیسے کوئی باپ اپنے تباہ ہونے والے فرزند کو تباہ دیکھ کر اس کی لاش کے سامنے کھڑا ہو اور یہ کہہ رہا ہو کہ آہ! میں نے کتنا تم کو سمجھایا اور کتنی بار تم کو نصیحت کی اور کس کس طرح سے جھنجھوڑا اور میں کس طرح آج اپنے غم کا اظہار کروں ایک پیغمبر وقت اپنی تباہ شدہ قوم کی لاشوں کو دیکھ کر یہ کہتا ہے۔

یٰقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی ونصحت لکم، فکیف اٰسی علی قوم کافرین

(الاعراف۔۹۳)

''اے میری قوم! میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچادئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی۔ پھر میں ان کافر لوگوں پر کس طرح رنج کروں''

اس سے پہلے کی آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب آیا اس کی طرف اشارہ ہے اس بیان میں بھی ایک پیغمبرانہ جذبۂ محبت اور ناصحانہ انداز میں بیان عقوبت ذکر فرمایا گیا ہے اور دیکھئے مندرجہ ذیل آیت میں لفظ شعیب کا تکرار کس درجہ شفقت اور غم کا امتزاج دکھارہی ہے۔

فأخذتھم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جاثمین الذین کذبوا شعیبا کأن لم یغنوا فیھا الذین کذبوا شعیبا کانوا ھم الخاسرین (الاعراف ۹۱۔۹۲)

''پس ان کو زلزلے نے آپکڑا سو اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے، جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہوگئی جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی خسارے میں پڑ گئے۔''

مدراس کا سفر اور شنکر اچاریہ جی سے ملاقات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

غالباً نومبر یا دسمبر میں محترمی الحاج محمد یونس سلیم صاحب (۱) اور پارلیمنٹ کے ایک اہم ممبر کرشن کانت جی (۲) راقم سے لکھنؤ میں ملے، اور انھوں نے دو مسلم و محترم ہندو پیشواؤں سے جو شنکر اچاریہ کے لقب سے مشہور و معروف ہیں، اور مدراس شہر سے کچھ فاصلہ پر ان کی قیام گاہ اور مٹھ واقع ہے، میری ملاقات اور رام جنم بھومی و بابری مسجد کے سلسلہ میں گفتگو کی ضرورت اور افادیت بتائی، اور اس کا بھی ذکر کیا کہ وہ آپ ہی سے گفتگو کرنا مفید و موثر بتاتے ہیں، اور ملنے کی خواہش مند ہیں، ان دونوں صاحبان نے میری ملاقات کو بڑی اہمیت دی اور اس کے لئے اصرار کیا، وسط دسمبر میں جب محترم یونس سلیم صاحب اور کرشن کانت جی (جو پرائم منسٹر وی، پی سنگھ جی کا تعزیتی خط لے کر آئے تھے) راقم سے رائے بریلی میں ملے تو پھر انھوں نے یہ بات یاد دلائی، اس کے بعد بھی لکھنؤ میں متعدد بار ان صاحبان کی طرف سے یاد دہانی و تقاضہ ہوتا رہا۔

مجھے تنہا اس گفتگو میں حصہ لینے اور کسی نتیجہ یا فیصلہ پر پہونچنے میں بڑی نزاکت اور خوف محسوس ہوتا تھا، مسئلہ بڑا جذباتی، عوامی اور دونوں فرقوں کے وقار کا سوال بن گیا ہے، اور اس کو (ہزار خوش نیتی و کوشش کے باوجود) اپنی ذمہ داری پر طے کرنا مشکلات اور بدگمانیوں کا باعث بن سکتا ہے، پھر اس مسئلہ سے بابری مسجد ایکشن کمیٹی (جس نے مہینوں سے یہ تحریک چلا رکھی ہے، اور وہ اس کی اسی پیمانہ پر نمائندہ و وکیل اور اس تحریک کی علمبردار بنی ہوئی ہے) نظر انداز کرنا آسان، قابلِ عمل اور منصفانہ نہیں۔

لیکن اس کوشش میں افادیت و امید کا ایک پہلو بھی تھا، وہ یہ کہ جنوبی ہند کے دو نامور اور قابل احترام مذہبی پیشوا اگر مذہبی رواداری اور وسیع القلبی سے کسی نتیجہ پر پہونچ جائیں، اور اپنے فرقہ کو مسجد کے باقی اور محفوظ رہنے اور گفت و شنید اور مفاہمت کے ذریعہ فاصلہ سے مندر کی تعمیر پر آمادہ کرنے پر تیار ہو جائیں، تو اس سے شاید اس مسئلہ کے حل کرنے میں مدد ملے، اور ملک کی وہ شدید منافرت و اشتعال کی فضا ختم ہو، جو اس آزاد جمہوری و نامذہبی ملک کے لئے سخت خطرہ بنی ہوئی ہے، اور اس کی موجودگی میں نہ صرف یہ کہ کسی تعمیری کام کی گنجائش نہیں ہے، بلکہ عبادت گاہیں (معابد و مساجد) تعلیم گاہیں (مکاتب و مدارس) اور اس سے آگے بڑھ کر دونوں فرقوں کے افراد کی جان و مال و عزت و آبرو سب خطرہ میں ہے، اور کہیں بھی اور کسی وقت بھی (بھاگل پور کی طرح) ہولناک فرقہ وارانہ فساد ہو سکتا ہے، امید کی اس کرن اور سفر و گفتگو کو نہ صرف ملک بلکہ ملت اسلامیہ کی حفاظت کا ایک ذریعہ سمجھ کر اخیر میں میں نے اپنے کو سفر پر آمادہ کیا، لیکن اس کے ساتھ دو تین احتیاطی شرطیں لگا دیں، ایک یہ کہ یہ گفتگو اختتامی اور فیصلہ کن ہوگی، اور میں تنہا اپنی ذمہ داری پر کسی سمجھوتہ یا حل پر دستخط نہیں کروں گا، یہ ملاقات اور گفتگو تمہیدی و ابتدائی ہوگی، اس کے نتیجہ پر غور کرنے اور اس پر مشورہ کرنے کی گنجائش باقی رہے گی، دوسرے یہ کہ میرے ساتھ میرے ایک معتمد اور مخلص رفیق مولانا عبدالکریم پاریکھ بھی ہوں گے، تیسری یہ کہ چونکہ اس وقت تک یہ دونوں حضرات ایک ایک بار ریاست کے گورنر منتخب ہو چکے تھے، اور ان کا سفر اسی حیثیت و سطح سے ہونا ضروری تھا، جس کے لئے ریاستی حکومت کو انتظامات بھی کرنے ہوتے ہیں، میں نے یہ شرط کر دی کہ میں مدراس میں اپنے کسی بے تکلف دوست کے یہاں قیام کروں گا، جہاں میں سالہا سال سے قیام کرتا ہوں، ان دونوں حضرات نے یہ تینوں شرطیں مان لیں، اور میں دہلی کے کنونشن سے فارغ ہو کر ۱۸/ مارچ کو شب میں اپنے دو رفیقوں مولانا پاریکھ اور عزیزی عبدالرزاق کی معیت میں (جو اندرون ہند کے سفروں میں بالعموم میرے ساتھ رہتے ہیں، اور دواؤں اور میرے معمولات و راحت کا خیال رکھتے ہیں) مدراس کے لئے روانہ ہوا، دہلی سے میں نے اپنے قدیم میزبان مدراس کے تاجرِ چرم عماد الدین خطیب صاحب کو ٹیلیفون کر دیا تھا، مدراس ایرپورٹ پر دونوں گورنر صاحبان کے لئے حکومتی پیمانہ پر استقبال اور گورنر ہاؤس پہونچنے اور وہاں قیام کرنے کے لئے انتظامات تھے، ہمارے میزبان چند دوستوں کے ساتھ ہمیں لینے کے لئے ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔

اگلے دن ۱۹/مارچ کو کانچی پورم (Kanchi Puram Math) کے لئے پروگرام بنا، جو مدراس سے بہتر کلومیٹر پر واقع ہے، ہم لوگ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر دو کاروں پر روانہ ہوئے گورنر صاحبان کے ساتھ حفاظتی انتظام بھی تھا، ملیٹری کے ایک کیپٹن یونس سلیم صاحب کے ساتھ پٹنہ سے آئے تھے، وہاں دو شنکر اچاریہ تھے، ایک (Shri Param Acharya) دوسرے (Shri Vijendra Acharya) ہم پہلے

ثانی الذکر (نمبر۲) کے پاس پہونچے جو پہلے شنکر اچاریہ جی کے جانشین اور دوسرے مرتبہ کے سمجھے جاتے ہیں، وہاں پہونچے تو دیکھا کہ ایک خس پوش، نیم خام اور نیم پختہ مٹھ ہے، باہر اچاریہ جی کے چیلوں نے ہمارا استقبال کیا، عصر کا وقت ہو گیا تھا، اس لئے پہلے ہم نے بلند اقامت کے ساتھ عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، پھر اندر گئے دیکھا کہ اچاریہ جی سادھوؤں کے لباس میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور چاروں طرف پھلوں کے ٹوکرے رکھے ہیں، جن میں سے نکال نکال کر وہ پرشاد دیا کرتے ہیں، ایک ایک لیموں ہم کو بھی دیا، گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ہم نے سلمان رشدی (۳) کی مذمت کی تھی، میں اپنے ساتھ آکسفورڈ میں پڑھا جانے والا مقالہ "انسانیت کے محسن اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریف و متمدن دنیا کا اخلاقی فرض" انگریزی میں، اور اسمائے حسنیٰ پر ایک رسالہ ہندی میں (جس میں اسمائے حسنیٰ کا ترجمہ و تشریح و اثر بتایا گیا ہے) لے کر گیا تھا، وہ میں نے پیش کیا۔

مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی، یہ معلوم کر کے مسرت بھی ہوئی اور تعجب بھی، کہ اچاریہ مسجد کے انہدام کی رائے نہیں رکھتے، بلکہ انھوں نے یہاں تک کہا کہ جب وہ مسجد ہے تو وہاں نمازیں پڑھنے کی اجازت ہونی چاہئے، مورتیوں کے اخراج کے بارے میں انھوں نے صاف بات کہی اس میں عجلت سے کام لینے سے ان کو اور کرشن کانت جی کو اندیشہ معلوم ہوتا تھا، البتہ مندر کے فاصلہ پر تعمیر ہونے اور مسلمانوں کی رضامندی سے کام ہونے پر ان کو اختلاف نہیں تھا، گفتگو اچھی فضا، سنجیدگی و احترام کے ساتھ ہوئی، اور یہ محسوس ہوا کہ جنوب کے جگت گرو اور مذہبی پیشوا شاید شمال کے مذہبی پیشواؤں سے زیادہ فراخ دل اور وسیع الخیال ہیں۔

اس مٹھ میں جو ایک بڑے مذہبی پیشوا جگت گرو کی رہائش گاہ بھی ہے، اور عبادت گاہ بھی، شدت سے وہ فرق محسوس ہوا جو ایسے مٹھ اور اللہ والوں اور مسلمانوں کے روحانی و دینی مرکزوں میں پایا جاتا ہے، ہمیں بے تکلف دین پور (۴) (ریاست بھاول پور) اور رائے پور (۵) (ضلع سہارنپور) کی خانقاہ یاد آئی، جہاں کے در و دیوار سے ذکر اللہ کی صدا اور اللہ اللہ کی آواز سنائی دیتی معلوم ہوتی تھی، اور توحید خالص کی فضا اور روحانیت و سکینت کا ایک شامیانہ تنا ہوا معلوم ہوتا تھا، یہاں اس میں سے کوئی چیز محسوس نہیں ہوئی۔

اگلے دن دوسرے شنکر اچاریہ جی (Shri Param Acharya) سے ملنے کا پروگرام تھا، معلوم ہوا کہ ان کو سخت ثقل سماعت ہے، وہ مشکل سے بات سن سکتے ہیں، راقم تھکا ہوا تھا، اس نے حاضری سے معافی چاہی اور محترم یونس سلیم صاحب کرشن کانت جی اور مولانا پاریکھ صاحب جا کر ملے، گفتگو اچھی فضا میں ہوئی، گفتگو کے اس دور میں شنکر اچاریہ جی کے مٹھ کے بازو کی ایک مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی، شنکر اچاریہ جی نے مولانا پاریکھ کو متوجہ کیا اور کہا کہ دیکھئے ہمارے پڑوس میں بھی ایک مسجد ہے اور ہمارا ان کا کوئی جھگڑا نہیں ہے، مولانا نے جواب میں کہا کہ کیا خوب ہو کہ بابری مسجد میں اسی طرح اذان دی جاتی رہے، مسلمان حسب سابق نماز پڑھتے رہیں اور ہندو بھائی جہاں ان کی اپنی خریدی ہوئی زمین یا اپنی ملکیت کی زمین ہو وہاں اپنی پسند سے جیسا چاہیں مندر بنا لیں۔

ہمارے قدیم مخلص دوست قاری قاسم صاحب جو پریمیٹ مسجد کے امام و خطیب ہیں، اور ہمارے بھوپال کے یمنی استادوں (۶) کے خاندان کے شاگرد، برابر آتے رہے، اور دل بستگی و موانست رہی، اور ہم نے کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی، ۲۰/ مارچ ۹۰ء کو ہم تینوں، دونوں گورنر صاحبان اور ان کے عملہ کے ساتھ دہلی واپس ہوئے اور وہاں تینوں ماہ مبارک کے قرب کی بنا پر اگلے ہی روز لکھنؤ واپس ہو گئے۔

(کاروان زندگی (حصہ چہارم)

❁❁❁

(۱) سابق گورنر بہار

(۲) سابق گورنر آندھرا پردیش

(۳) ان کو رشدی کا نام یاد نہیں تھا ہم لوگ قرینہ سے سمجھے اور بعد میں اس کی تصدیق بھی ہوئی،

(۴) دین پور، خان پور (ریاست بھاول پور) کے قریب حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شیخ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) کی خانقاہ تھی، جہاں راقم کو ۳۲ء-۳۳ء میں چند دن گذرنے کا موقعہ ملا، خلیفہ صاحب سندھ کے سلسلۂ قادریہ راشدیہ کے ایک بلند مرتبہ اور برگزیدہ شیخ و مرشد تھے، حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کو بھی ان سے اجازت حاصل تھی، اس آبادی کی پوری فضا ذکر اللہ سے گونجتی رہتی تھی، اور سوائے اللہ اللہ اور لا الہ الا اللہ کے مشکل سے کوئی آواز سننے میں آتی تھی۔

(۵) رائے پور (ضلع سہانپور) سے ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ و خانقاہ مراد ہے، جہاں زائرین کے بقول پتہ پتہ سے اللہ اللہ کی آواز آتی تھی اور پچھلے پہر ساری خانقاہ ذکر کی صدائے گونجتی تھی، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری" از راقم۔

(۶) اس سے مراد مولانا خلیل بن محمد عرب اور ان کے بنی اعمام ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

فکر ابوالحسن علی ندوی

مایوسی کی نہیں، عمل کی ضرورت

مولانا عبدالکریم پاریکھ

تقسیم ملک کے بعد کے حالات ایسے تھے کہ یہ امت ہل گئی تھی جسے قرآن مجید کی زبان میں اس طرح کہا جاسکتا ہے:

واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون

(الانفال: آیت ۲۶)

''اور یاد کرو اللہ کے احسان کو جب کہ تم بہت ہی تھوڑی تعداد میں تھے اور بے بس تھے ملک میں تم کو بہت دبا دیا گیا تھا تم ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو نوچ ڈالیں گے، تب اللہ نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو نوازا دیا اور پاک ستھری روزی بھی عطا کی اب تم پر لازم ہے کہ اللہ کا حق مانو یعنی اس کا شکر ادا کرتے رہو۔''

تقسیم ملک کے بعد

تقسیم ملک کے وقت ایک بڑی تعداد ہندوستان سے ترک وطن کر کے پاکستان چلی گئی، اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پانی کا بند ٹوٹ گیا ہو اور پانی کا ریلا بہتا چلا جارہا ہو، علماء ربانیین جیسے مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، اور ان کے قیادت و رہنمائی میں بے شمار مدبر علماء تھے جو تقسیم ملک کو صحیح نہیں سمجھتے تھے، بعد کے حالات نے بھی ثابت کر دیا کہ ان حضرات کی یہ سوچ بہت صحیح تھی اور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے مفید بھی تھی، دوسری بات یہ کہ دنیا جانتی ہے کہ اس وقت پاکستان میں گیارہ کروڑ مسلمانوں کی آبادی ہے اور بنگلہ دیش بھی اسی کا ایک حصہ ہے جو کٹ کر الگ ہو گیا اس کی آبادی بیس کروڑ مسلمانوں پر مشتمل ہے، اس وقت ہندوستان میں بھی تقریباً ۲۲ کروڑ مسلم آبادی بتائی جاتی ہے، اس طرح کل ملا کر ۵۳ کروڑ مسلمان تین حصوں میں بٹ گئے اگر ملک تقسیم نہ ہوتا اور سب متحدہ ہندوستان میں ایک ساتھ ہوتے تو آج ملک کا سیاسی و سماجی نقشہ کچھ اور ہوتا، یہ ہمارے علمائے کرام کی بالغ نظری تھی جسے امت مسلمہ نے اس وقت نہیں مانا۔

تقسیم کے بعد پاؤں اکھڑ گئے

بہر حال تقسیم ملک کے بعد امت کے پاؤں ہندوستان سے اکھڑ گئے تھے اور ایک بھگدڑ مچی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی قبر کو نور سے بھر دے کہ وہ مسلمانوں کی اس بھگدڑ کو اس وقت روکنے میں کامیاب ہوئے، پھر بھی چار پانچ سال تک ایسے حالات رہے کہ کسی کو کچھ سوجھتا نہیں تھا کہ کس طرح یہ امت ہندوستان میں رہتے ہوئے اپنے تشخص کو باقی رکھے؟ اور ایمانی زندگی گذارتے ہوئے اپنی عمر کا باقی حصہ پورا کرے؟ اور اپنی آئندہ نسلوں کے دین و ایمان کے تحفظ کے لئے کیا تدبیر کرے؟ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تبلیغی دعوت جو تھی اس نے ملک کے مسلمانوں کو بہت سنبھالا دیا، ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اس دعوت کو تقسیم ملک کے بعد بھی برابر جاری رکھا اور اس پُر آشوب دور میں بھی جماعتوں کی چلت پھرت انھوں نے جاری رکھی، انھیں ایام میں مغربی بنگال کے مگراہٹ جیسے علاقہ میں جہاں فرقہ وارانہ فساد پھوٹ پڑے تھے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے وہاں تبلیغی جماعت کا ایک بڑا اجتماع کیا اور وہاں سے تبوک تک کے لئے پیدل جماعتیں نکالیں امت مسلمہ فی الہند کو ہمت دلائی، ادھر مولانا آزاد کی قربانیوں اور فہم و فراست کی بنا پر کانگریس کے بڑے لوگ ان کا بہت خیال رکھتے اور احترام کرتے تھے، ملک کا دستور بنانے میں بھی مولانا آزاد کا بہت بڑا حصہ تھا، ہندوستان میں رہنے والے سبھی لوگوں کا برابری کا درجہ دیا جائے الحمدللہ ایسا دستور تیار ہو گیا، اسی بنا پر آج ہندوستان اپنی شناخت کے لحاظ سے انڈین مسلم کہلاتے ہیں۔

اکھڑے ہوئے قدم اللہ نے جمادئے

دینی اور ملی اعتبار سے جو پر آشوب حالات تھے اس کا مقابلہ کرنا ناممکن نہیں تھا لیکن بہت مشکل کام تھا، اگر اللہ تعالیٰ کی خاص مدد اس وقت کے مسلم علماء اور رہنماؤں کے ساتھ نہ ہوتی تو بات بن نہیں سکتی تھی، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی ٹولی کو ایک زمانہ میں کھڑا کر دیا تھا اسی طرح تقسیم ملک کے بعد علماء اور صلحاء کی ایک پوری جماعت کو کھڑا کر دیا جنھوں نے جگہ جگہ اور اپنے اپنے علاقہ میں امت مسلمہ کے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے مورچہ سنبھال لیا، ان سب کے نام لکھنا اور ان کی خدمات کی تفصیل بیان کرنا اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں ہے، یہاں ہم مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور

ان کے دست راست مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور ایڈوکیٹ قاضی عدیل عباسی نے ''دینی تعلیمی کونسل'' کے پلیٹ فارم سے مشرقی ہندوستان میں امت مسلمہ کے نونہالوں کے دین و ایمان کے تحفظ کے لئے جو خدمات انجام دیں اس پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔

دینی تعلیمی کونسل

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ کی شخصیات محتاج تعارف نہیں ہیں البتہ جناب قاضی عدیل عباسی صاحب انگریزی تعلیم یافتہ تھے اور پیشہ کے لحاظ سے نامور اور کامیاب وکیل تھے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، دینی درد اور ایمانی جذبہ رکھنے کے ناطے انھوں نے تقسیم ملک کے بعد حالات کا جائزہ لے کر فیصلہ کیا اور ایسا تعلیمی منصوبہ بنایا کہ مسلم قوم کے بچے علمی میدان میں ہندوستان کی دوسری قوموں کے بچوں سے پیچھے بھی نہ رہیں اور ساتھ ہی ساتھ انھیں دین و ایمان اور قرآن کی بھی تعلیم دیدی جائے اس کے لئے بڑے بڑے ادارے قائم ہوں، تحریکیں چلائی جائیں انھوں نے ایسا نہیں کیا اور اس کا موقع بھی نہیں تھا بلکہ گھریلو اور مقامی تعاون سے چلنے والی ''دینی تعلیمی کونسل'' نامی تحریک ایسی ترتیب کی کہ گاؤں، گاؤں میں اور شہروں کے محلہ، محلہ میں اہل ایمان کے بچوں اور بچیوں کو دین کی بنیادی اور ضروری تعلیم اور معلومات دینے کے لئے چھوٹے چھوٹے مکتب قائم کئے جائیں، یہ ترتیب بالکل ایسی ہی تھی کہ ہر دور میں صلحائے امت کے دلوں میں لوگوں کی اصلاح و تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ ڈالتے رہے ہیں، اس سے اپنے اپنے دور میں لوگوں کی اصلاح میں انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی کامیابی بھی عطا فرمائی اسی طرح ایک دردمند انسان مشرقی یوپی میں اٹھ کھڑا ہوا، اور مسلم بچوں بچیوں کو عصری تعلیم سے روکے بغیر ان کے لئے ضروریات دین کے سیکھنے اور سکھانے کا اللہ کے فضل سے پورا نظم فرمادیا جس کا سلسلہ ان کے لئے ثواب جاریہ کے طور پر الحمدللہ آج بھی جاری ہے۔

قاضی عدیل صاحب کو دو مخلص عالموں کا تعاون

میں نے شروع سے ہی مولانا علی میاں صاحب کی یہ عادت دیکھی کہ وہ شہرت، عہدہ وغیرہ حاصل کرنے سے دور رہتے ''تعاونوا علی البر و التقویٰ'' کے تحت اللہ نے ان کا سینہ کھول دیا تھا اور کوئی بھی ایسا کام جو دین کو نفع پہنچانے والا ہو اس میں مولانا علی میاں صاحبؒ پورا تعاون کرتے تھے، جی جان سے، مال سے، وقت سے ہر طرح تعاون کرتے، جب آپ تک ضلع بستی کے جناب قاضی محمد عدیل عباسی صاحبؒ جیسے خادم دین کی تحریک کی خبر پہنچی اور ان کے خیالات معلوم ہوئے تو حضرت مولانا علی میاں نے پورے خلوص سے ان کا ساتھ دیا، جناب قاضی محمد عدیل عباسی صاحبؒ کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے انھیں دو بزرگوں کی سرپرستی میسر آئی، ایک مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور دوسرے مولانا محمد منظور نعمانی یہ دونوں متبحر عالم دین ان کے ہر طرح سے معاون بن گئے، اور ''دینی تعلیمی کونسل'' کی تحریک میں جان پڑ گئی،

دینی تعلیمی کونسل کی تحریک کی تاریخ سے یہ سبق ملتا ہے کہ حکومت سے پنجہ آزمائی کئے بغیر اور زوردار پر جوش تحریکیں چلائے بغیر کس طرح خاموشی کے ساتھ کتنے بڑے بڑے اور مفید کام انجام دئے جا سکتے ہیں۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کا ایک خاص وصف یہ دیکھا کہ کوئی بھی دینی تحریک ہوتی اس کا ساتھ ضرور دیتے پھر کہیں ایسا لگتا کہ ان کے ساتھ چل نہیں سکیں گے تو خاموشی اختیار کر لیتے اور کوئی مخالفت یا بیان بازی نہیں کرتے لیکن ''دینی تعلیمی کونسل'' کو آپ کی طویل رفاقت ملی اور چالیس برس تک اس کے صدر رہے اور اس کے سیمناروں میں شرکت فرماتے اور خطبہ صدارت پیش فرماتے، حتیٰ کہ عمر مبارک کے آخری سال یعنی ۱۹۹۹ء تک ''دینی تعلیمی کونسل'' کے سرپرست بنے رہے، مولانا علی میاں صاحبؒ کے ''خطبۂ صدارت'' کے حسب ذیل کلمات پر ہم اپنے اس مضمون کو ختم کریں گے۔

''میں آپ سے اپنی تلخ نوائی پر معافی مانگنے اور اس پر معذرت کرنے کے بجائے اس پر متاسف اور نادم ہوں کہ اس سے زائد تلخ نوائی کی جرأت نہ کر سکا اور میری قوت بیانی نے میرے درد دل کا ساتھ نہیں دیا، آپ کا شاکی ہوں، لیکن خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں، اپنی کوتاہیوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے لیکن اس ملک میں ملت اسلامیہ کی تاریخ اس ملک کی موجودہ صورت حال اور اسلام کے پیغام کی ابدیت مجھ سے کہتی ہے کہ مسلمانوں کو اس ملک میں رہنا ہے اور اپنا مقدس اور ضروری کام کرنا ہے کہ نہ تو اس کام کا کوئی بدل ہے اور نہ آپ کا ابھی تک قائم مقام پیدا ہوا ہے''

تذکیر

توحید واتباع سنت ہی میں نجات ہے

مولانا عبداللہ الحسنی

میرے بزرگو! دوستو! اور عزیز طلباء

یہ سعادت کی بات ہے کہ اپنے کلمہ گو بھائیو کے ساتھ تھوڑی دیر ایمان اور اسلام کی نسبت سے بیٹھا جائے، اور کچھ اسی سلسلہ کا مذاکرہ ہو جس کی ترغیب بھی خود قرآن مجید میں دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، وذکر فان الذکر تنفع المؤمنین'' تذکیر کا حکم دیا گیا ہے کہ جو ایمان والے ہیں ان کو یاد دلاتے رہو، اس لئے کہ یاد دلانے سے سبق تازہ رہتا ہے اور دوسرے کاموں میں لگنے کی وجہ سے جو غفلت کا ایک پردہ پڑ گیا ہے وہ چاک ہو جاتا ہے، اور بار بار کہنے سے اثر پڑ ہی جاتا ہے، خود حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کام بار بار کیا جائے، مسلسل کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند آتا ہے چاہے وہ تھوڑا ہو، یہ بھی ایک عمل ہے تذکیر کا، اس سے ایک بڑی اہم بات نکل آئی ہے کہ یہ جو تذکیری عمل ہے، ''یاددہانی کا'' یہ بہر حال حکم خداوندی کی بجا آوری ہے اور لفظ تذکیر، خود بتا رہا ہے کہ بار بار یہ عمل کیا جائے، یا بار بار یاد دلایا جائے اور جب بار بار یاد دلایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کو پسند آئے گا اور یاد دلانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ بہت ہنگامہ خیزی سے یاد دلایا جائے بہت زور و شور سے یاد دلایا جائے اور بہت دیر تک یاد دلایا جاتا رہے تھوڑی دیر کے لئے بھی یاد دلایا جائے تو وہ بار بار کے عمل سے مؤثر ہو جاتا ہے، ہم سب روز کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ پانی کا قطرہ پتھر پر گرتا ہے اور برابر گرنے سے پتھر پر اثر پڑ جاتا ہے چھید تک ہو جاتا ہے اور اگر منوں پانی ڈال دیا جائے اس پر ایک ہی دن میں، تو ذرا بھی اثر نہیں ہوگا۔ تھوڑی دیر میں پانی خشک ہو جائیگا اور ایسا معلوم ہوگا کہ پانی پڑا ہی نہیں تھا اس لئے بار بار یاد دلایا جاتا ہے۔ بار بار یاد دلانے سے فائدہ یہ ہوگا کہ ایک وقت آئے کہ وہ اثر ظاہر ہو جائیگا۔ جیسے پتھر پر پانی پڑتا ہے تو ایک وقت تک تو پڑتا رہتا ہے۔ دھبہ نہیں پڑتا، لیکن ایک قطرہ وہ ہوتا ہے جب وہ قطرہ اس پر گرتا ہے تو ایک دم سے معلوم ہوا کہ گڈھا نظر آنے لگا حالانکہ جتنے قطرے اس سے پہلے پڑے ہیں سب کا اثر ہوا اور ایک قطرہ جو آخر کا تھا اس سے وہ اثر ظاہر ہوا۔ اس سے یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ جب کسی کو سمجھایا جائے تو نرمی سے سمجھایا جائے لیکن چھوڑے نہیں اکثر یہ ہوتا ہے کہ ہم لوگ دس دفعہ تو بہت دور کی بات ہے دو چار دفعہ کہنے کے بعد بیٹھ جاتے ہیں کہتے ہیں ہم نے چار دفعہ کہہ لیا پانچ دفعہ کہہ لیا یہ بات مانتا ہی نہیں ہے اس لئے اب نہیں کہیں گے یہ غلط تصور ہے، یہ اسلامی نہیں ہے اور خود عقل کے بھی خلاف ہے ہمارا کام تو یہ ہے کہ کہیں بار بار کہیں جس انداز سے بھی کہہ سکتے ہوں اس انداز سے کہتے رہیں اثر کا پیدا کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اس کا اثر ہو جائیگا۔ ہم جب کہتے رہیں گے کہتے رہیں گے۔ تو ایک وقت وہ آئیگا کہ ایک ہی دفعہ کہنے سے معلوم ہوگا کہ کام ہو گیا۔

ایک بزرگ نے ایک واقعہ سنایا ایک صاحب اپنے کسی عزیز کو سمجھاتے تھے، بہت ٹھنڈے ٹھنڈے کہتے تھے جیسے نماز نہیں پڑھتے تو نماز پڑھا کرو یا کوئی کام کیا کرو تو وہ مانتے نہیں تھے پھر انہوں نے لکھنا شروع کیا کہ کتنی مرتبہ آج سمجھایا تو جتنی مرتبہ دن میں سمجھاتے تھے تو لکھ لیتے تھے کہ آج بیس دفعہ سمجھایا، آج پندرہ دفعہ سمجھایا، آج تیس دفعہ سمجھایا یہاں تک کہ ایک سو بیس دفعہ سمجھایا اور اثر نہیں ہوا جب اس کے بعد انہوں نے ایک سو اکیس بار سمجھایا اسی وقت کایا پلٹ گئی اور ایکدم انقلاب آ گیا، انہوں نے نقل کیا کہ ایک سو بیس دفعہ سے معلوم ہوا کہ اثر پڑا ہی نہیں اور ایک سو اکیس دفعہ سے ایسا معلوم ہوا کہ بالکل حالات بدل گئے اور بات مان لی، ہمارا کام صرف کہنا ہے ہم کہتے رہیں سمجھاتے رہیں تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ معلوم ہوگا کہ انقلاب آ گیا اور دل بدل گیا۔

یہی وہ ''تذکیر'' ہے جو کی جاتی ہے حکم ہے اللہ کا کہ تم ''تذکیر'' کرو اہل ایمان کو جو ماننے والے ہیں، یقین والے ہیں ان کو بتاؤ اور ''تنفع المومنین'' یہ اہل ایمان کو نفع پہونچاتی ہے نفع یہی ہے کہ دل متاثر ہوتے ہیں، سنتے سنتے آخر وقت آ ہی جاتا ہے کہ آدمی عمل کرنے لگے، ہم سب کا کام یہ ہے کہ جب موقع مل جائے اور اس میں کسی کی قید نہیں دو آدمی ہوں تو ایک دوسرے کو تلقین کر دیں ''وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر'' صحابۂ کرام کا معمول تھا کہ وہ حق کی تلقین کرتے اور حق کی کوئی انتہا ہی نہیں جو چیزیں بھی حق ہیں یعنی عقائد میں جو چیزیں حق ہیں، معاملات میں جو چیزیں حق ہیں، تعلقات میں جو چیزیں حق ہیں، جس کو دو لفظوں میں کہا جاتا ہے، حقوق اللہ، حقوق العباد، اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق، حقوق اللہ کتنے ہیں، اور بندوں کے کیا کیا حقوق ہیں، ان سب کے بارے میں جو کوتاہی ہم سے ہو رہی ہے ہم ایک دوسرے سے کہتے رہیں، جیسے میراث میں کسی کا حق دبا لیا ہے، بیٹی کا حق نہیں دیتے ہیں، آج کل لوگ بہن کا حق ادا نہیں کرتے، تو ہم کہتے رہیں، یہ آپ نے حق لے لیا ہے وہ حق ادا کر دیجئے، بعض دفعہ برا

بھی لگے گا صبر کی بھی تلقین ہے، صبر کر لیجئے اگر کوئی برا کہتا ہے، لیکن کہتے رہئے، تو ایک وقت آئے گا وہ مان لے گا، اسی طرح ہمارا کام یہ ہے کہ ہم کہتے رہیں، دو ہوں چار ہوں، پانچ ہوں دس ہوں، ہمارا کام کہنا ہے۔

یہ جو مجلس قائم کی جاتی ہے، آدمی بیٹھتا ہے، یہ اسی لئے ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے کہیں، اس کے ذریعہ سے فائدہ ہوگا، آپ ہم سے کہیں گے، ہم آپ سے کہیں گے، آپ ہمارے اندر کوئی کوتاہی دیکھیں تو آپ ہم سے کہیں اور ہم آپ کے اندر کوئی کمی دیکھیں گے جو آپ کو معلوم نہیں ہے تو ہم آپ کو بتا دیں، اسی طرح مسلمان ایک دوسرے کا آئینہ ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے، تو آئینہ کا کام کیا ہوتا ہے، آپ جب صبح گھر سے نکلتے ہیں اور ہم لوگ نکلتے ہیں تو ایک دفعہ آئینہ دیکھ لیتے ہیں کوئی چیز عیب کی نہ ہو اور ٹھیک ٹھاک ہو کر باہر نکلتے ہیں، مومن کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے، کہ ایک دوسرے کو درست کرتا رہے، تاکہ جب غیروں کے سامنے جائیں، باہر جائیں تو کسی کو برا نہ لگے سب اچھا سمجھیں، اگر یہ تلقینات ہمارے معاشرے کے اندر ہمارے محلوں کے اندر جاری رہتیں تو حالات کچھ اور ہی ہوتے، لیکن کوئی تلقین کرتا نہیں اور یہی وعظ کی مجلس ہوتی ہے، جو لوگ سمجھتے ہیں کہ اس میں جا کر بیٹھ جاؤ کچھ فائدہ ہو جائے گا، یہ بھی ایک طریقہ ہے اس کے علاوہ مختلف طریقے ہیں ایک دوسرے کو سمجھانے اور تلقین کرنے کے۔

دنیا کے حالات کے پیش نظر مندرجہ باتوں کی ہم سب کو برابر تلقین کرتے رہنا چاہئے، کیونکہ یہ ہمارا ملک بہت زیادہ گھرا ہوا ہے شرک سے اور اگر یوں کہا جائے کہ یہاں شرک کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شرک ابل رہا ہے تو غلط نہیں ہوگا، ایسے میں ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ توحید کا سبق دھراتا رہے اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام والتسلیمات کو سب سے زیادہ جس چیز کی تلقین کی گئی وہ یہ کہ اپنی امت کو توحید بتائیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ کے سوا معبود نہیں اس کو پوری طرح سمجھانا ہوگا تاکہ اچھی طرح ذہن نشیں ہو جائے اور اس کی ذات اور صفات میں کسی قسم کی شرک کی آمیزش باقی نہ رہ جائے اللہ کے جتنے اسماء ہیں، ان سب کو مدنظر رکھا جائے کہ اللہ کے سوا کوئی رزاق نہیں، اللہ کے سوا کوئی رحمٰن نہیں، اللہ کے سوا کوئی رحیم نہیں، اللہ کے سوا کوئی فتاح نہیں، کوئی واسع نہیں، کوئی حکیم نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی حکمت کے سامنے کسی کی کوئی حکمت نہیں، اللہ تعالیٰ ہی اصل حکیم ہے اگر یہ عقیدہ ہو جائے مثلاً یہ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ایک تو یہ بات واضح ہوگی عقیدہ درست ہو گیا، دوسری اگر یہ بات ذہن میں آ جائے اللہ سے بڑھ کر کوئی حکمت والا نہیں تو سارے مسائل کا حل ہو جائے گا، آج جتنی الجھنیں ہیں وہ کافور ہو جائیں گی، الجھنیں کیوں ہیں کہ آج فلاں ملک میں کیا ہو رہا ہے، فلاں علاقہ میں کیا ہو رہا ہے، کیا ہونے والا ہے کتنے مسلمان پریشان ہیں، صرف اتنا ہمارا عقیدہ درست ہو جائے کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی حکیم نہیں ہمارا آپ کا حال یہ ہے کہ ہم جب گھر میں کوئی خادم رکھتے ہیں کوئی کام کرنے والا تو اس کے سلسلے میں ہمارا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ سمجھ دار ہونا چاہئے، زیادہ سمجھانا نہ پڑے اور عربی کا مقولہ بھی ہے ''ارسل حکیما ولا توصیہ'' کہیں بھیجو تو بڑے حکیم و دانا کو بھیجو زیادہ اس کو سمجھانے کی ضرورت نہیں، جس کو زیادہ سمجھانا پڑے وہ بیوقوف ہے اتنا کہدیا اب اس نے کام نہایت شاندار کر کے سامنے رکھ دیا، اس لئے آدمی چاہتا ہے کہ ایک اچھا سمجھدار خادم ہو، بس اصولی بات بتا دی جائے کہ تم کرلو اور پھر اس کو اس پر اعتماد ہوتا ہے، اگر کوئی شکایت بھی کرے کہ فلاں آدمی نے کام ٹھیک نہیں کیا تو اب اگر اس سے واقف ہیں اس کی دانائی سے اس کی چستی سے، تو آپ کہیں گے آپ سمجھتے نہیں وہ تو بڑا چست آدمی ہے بہت سمجھدار ہے غلط تو ہو ہی نہیں سکتا، اس نے کوئی چال چلی ہوگی کوئی راستہ اختیار کیا ہوگا یہ ہم کہہ دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ جو حکیموں کا حکیم، دانا ؤں کا دانا، دانا و بینا ہے اور ہر چیز کا مالک ہے وہ سارے معاملات کر رہا ہے، دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کی حکمت کے تحت ہو رہا ہے تو الجھن میں کیوں ہوں کہ جب معمولی ایک عام درجے کے سمجھدار آدمی پر اتنا بھروسہ کر لیتے ہیں کوئی اگر کہے بھی تو ہم نہیں مانتے، تو اللہ جو سب کچھ جانتا ہے'' وہ نہ جانے اس کو جس نے پیدا کیا ہے، ایک ایک چیز سے باریک سے باریک چیز سے واقف ہے، ادنیٰ سے ادنیٰ چیز سے واقف ہے تو اللہ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے تو ہم کیوں پریشان ہوں ہمارے ہاتھ میں جو ذمہ داری ہے ہم کریں، وہ ہم کرتے نہیں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ وہ سمجھ لیں اس کے مطابق عمل کریں آج ہمارے مسلمانوں کا حال یہ ہو گیا جو ذمہ داری اللہ نے اپنے متعلق کر لی ہے اور قرآن میں اس کا اعلان کر دیا اس میں تو ہم نے اپنے کو پورا دکھا دیا ہے۔ اور اللہ نے جو ذمہ داریاں ہمارے سر ڈالی ہیں وہ ہم نے چھوڑ دی ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا'' جتنے بھی جاندار ہیں سب کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے لے لی ہے اعلان ہے، اور دعوت کی ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی، ''ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر'' تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو دعوت کا کام کرے ''کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن

المنکر ''تم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے نکالا گیا ہے تو یہ ہماری ذمہ داریاں ہیں کہ دعوت کا کام کریں، امر بالمعروف کا کام کریں، نہی عن المنکر کا کام کریں گویا کہ اصل کام یہ ہے اور پھر جتنی ضرورت ہے رزق کی اس میں بھی محنت کریں اجازت اس کی بھی ہے، لیکن وہ اصل نہیں ہے اس کی ذمہ داری تو اللہ نے باقاعدہ لے رکھی ہے کوئی بھوکا نہیں مرے گا، سب کو کچھ نہ کچھ ملے گا، اس کی ذمہ داری ہماری ہے لیکن اب کیا ہوا اس کا الٹا ہو گیا کہ دعوت کا کام تو چھوڑ دیا ہم نے، نہ اپنوں میں کرتے ہیں، نہ غیروں میں کرتے ہیں، رزق کے پیچھے ایسا پڑ گئے کہ صبح سے شام تک بس ایک ہی کام ہے کمانا اور اس پر محنت اتنی کرنا کہ دماغ ہی اپاہج ہو جائے، سوچنے کے لائق ہی نہ رہے، کولہو کے بیل کی طرح ہو کر رہ گئے ہیں، یہ بھی شیطان کی ایک چال ہے۔ اور دنیا میں اس طرح انہماک، دنیا کی ایسی محبت یہ ہے ہر برائی کی جڑ، ہمارا حال بالکل ایسا ہے جیسے پنکھے کے پر الٹے لگا دیئے گئے ہوں کہ پنکھا تو چل رہا ہے، بڑے زوروں سے لیکن ہوا نہیں لگ رہی ہے تو آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ بہت چلت پھرت ہے، بڑی تعداد ہے اور بڑے کام کر رہے ہیں لیکن بالکل الٹے پر لگ گئے ہیں ہوا نہیں لگ رہی ہے اس لئے جب ہم کام کر رہے ہیں، رزقِ حلال بھی ہمارے پاس آرہا ہے لیکن وہ مزا پھر بھی نہیں، مزا اس لئے نہیں آرہا ہے کہ پر الٹے لگ گئے ہیں، پر سیدھے لگا لیجئے اور پھر دیکھئے کیسی ہوا آتی ہے، کتنا مزا آتا ہے، تو سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اپنا عقیدہ درست کر لیں کہ اللہ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اور وہی حکیم ہے، وہی دانا ہے اس سے بڑھ کر کوئی دانا نہیں، کوئی بینا نہیں، کوئی حکمت والا نہیں تو جب وہ حکمت سے اپنا کام کر رہا ہے تو اس کی حکمت کے جو تقاضے ہیں اس کے مطابق وہ کام کر رہا ہے،

اب ہمارا فرض ہے کہ جو کام ہمارے سپرد کئے گئے ہیں اس کو لے کر کھڑے ہوں، کام شروع کر دیں، یہ نہ دیکھیں کہ بہت بڑا ہی کام ہو، بڑا ہی جلسہ ہو، بڑی ہی تحریک لے کر اٹھیں گے سب اپنی حیثیت اور اپنے پیمانے پر جتنا کر سکتے ہوں کریں یہ بہت اہم چیز ہے اس کو سمجھ لیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ فتنوں سے اپنے کو بچانے کے لئے ہم کو یہ چاہئے کہ اس وقت سنت رسول علیہ الصلاۃ والسلام کا دامن تھام لیں، ہر چیز میں یہ دیکھیں اللہ کے رسول ﷺ نے کیا فرمایا ہے، یہ سب سے آسان طریقہ ہے کہ اگر ہم اس کو پوری طرح تھام لیں اور معلومات حاصل کرتے رہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے، آپ کا کیا عمل تھا، صحابہ نے کس طرح کیا ہے؟ یہ سب چیزیں کتابوں میں بھی موجود ہیں، ہر زبان میں موجود ہیں اردو میں بھی موجود ہیں، انگریزی میں بھی موجود ہیں، ہندی میں بھی آرہی ہے، کتابیں معلوم کر لیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے، کون سی کتابیں ہم پڑھ سکتے ہیں یا علماء سے پوچھ لیں ان علماء سے جو متبع سنت ہوں، یہ بھی شرط ہے کہ وہ علماء جو اتباع سنت کرتے ہوں ان سے جا کر پوچھ لیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے، ورنہ کتابوں میں دیکھیں اگر سنت کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر لیں تو ہماری زندگی بالکل ٹھیک رہے گی فتنوں میں مبتلا نہیں ہوں گے اور اگر سنت کے مطابق نہیں ہیں تو چاہے جتنی محنت کر لیں چاہے جتنی زاہدانہ زندگی گزار لیں، چاہے جتنی ہی ریاضت و مجاہدہ کر لیں لیکن خطرہ اس بات کا ہے کہ فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے اسی لئے وہ باتیں اس وقت کہنی ہیں ''توحید'' ہماری درست ہو جائے، دوسری ''اتباع سنت'' حاصل ہو جائے اور اس کے لئے کوشش کرتے رہیں ان سے ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے، مشکلات و پریشانیاں دور ہو جائیں گی، اور فتنوں کے شکار ہونے سے بچے رہیں گے یہ گویا کہ اس وقت کا علاج ہے ہمیشہ سے یہ علاج ہے لیکن اس وقت خاص طور سے اہتمام کے ساتھ جمنا چاہئے، اور اس پر محنت کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے، اور عقیدۂ توحید پر گامزن فرمائے، اور اس پر ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

(بشکریہ مولانا رسال الدین صاحب ندوی، دہرہ دون)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی اہم کتاب

حضرت شیخ الحدیث
مولانا زکریا کاندھلویؒ

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کی مفصل، جامع اور متوازن سوانح حیات، جس میں ان کے یقین آفریں اور ایمان افروز حالات و معمولات کے ساتھ ان کی طبعی خصوصیات، دینی کوششیں، علمی خصوصیات و خدمات اور انسانی و اسلامی اخلاق پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے جس سے عصر حاضر میں بلند و باکمال اسلاف کی سیرت کے اتباع اور صحیح روحانی ترقیات کا ثبوت ملتا ہے احیائے سنت کا ذوق اور اتباع سنت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

دیدہ زیب کتابت و طباعت قیمت -/90۔ اپنے قریبی بک سیلر سے حاصل کریں یا -/90 روپے بھیج کر بذریعہ رجسٹری کتاب حاصل کریں۔

ناشر:-
مکتبۂ اسلام ۷۳/۵۴ محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ 226018

برگ ادب

حضرت طارق بن زیاد کا خطبہ

(عربی سے ترجمہ)

(از ڈاکٹر ضیاء الحسن ندوی مرحوم)

اے لوگو!

فرار کی تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں،

پرشور سمندر تمہارے پیچھے ہے،

خونخوار دشمن تمہارے سامنے،

راستی و پامردی کے سوا اب کوئی چارہ نہیں،

صدق و صفا اور تسلیم و رضا ہی نصرت الٰہی کی شاہ کلید ہے،

خوب سمجھ لو!

تمہاری حیثیت اس جزیرے میں اس یتیم سے بدتر ہے جو خوان لئیم پر بیٹھنے کے لئے مجبور ہو،

آج دشمن اپنے لشکر جرار کے ساتھ تمہیں للکار رہا ہے،

اپنے سامان رسد اور آتش و آہن پر اسے بڑا گھمنڈ ہے،

اور تم..... کہ ان ٹوٹی پھوٹی تلواروں کے سوا تمہارا کوئی سہارا نہیں،

ایک لقمہ خشک بھی تمہیں تب ہی میسر آئے گا جب پنجۂ غنیم سے اسے چھین لینے کا دم خم تمہارے اندر موجود ہو،

تمہاری آنکھیں یہاں روشن ہوں اور تم یہاں شاد و خانہ آباد رہو،

ان کو پورا بھروسہ ہے کہ نیزہ بازی تمہارا روزمرہ کا کھیل

اور بڑے بڑے سورماؤں کے ساتھ شمشیر زنی تمہاری پسندیدہ ترین ورزش ہے،

''جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا''

تمہارے لئے تو بس

''لہو گرم رکھنے کا ہے ایک بہانہ''

تا کہ اس دور دراز جزیرہ کے اندر

توحید الٰہی اور پیغام محمدی کی تبلیغ و اشاعت کے اجر عظیم میں

تمہارے ساتھ ساتھ امیر المومنین بھی حصہ دار بن سکیں،

لیکن اس جہاد مقدس کے مادی منافع،

بلاشرکت غیر صرف تمہارے حصہ میں ہے،

تمہارے سوا نہ خلیفہ کا اس میں کوئی حق ہوگا،

نہ عام مسلمان اس کے شریک و سہیم بن سکیں گے،

خدائے ذوالجلال تمہاری فتح و نصرت کا ضامن ہے۔

(بشکریہ ڈاکٹر اقبال ندوی، حیدر آباد)

آفتاب نبوت کی چند کرنیں

شمائل و خصائل

از

مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ و سراپا، عادات و معمولات اور مکارم اخلاق کی چند جھلکیاں، جو صحاح و سنن کی معتبر ترین کتابوں سے انتخاب کر کے اردو میں جمع کی گئیں ہیں

مکتبہ ابو الحسن علی

این-۱، تاج انکلیو دہلی-۳۱

ملنے کا پتہ

عرشی پبلی کیشنز انڈیا

1168 محل سرائے، چوڑی والان، دہلی-۶

ضخامت ۱۲۰ صفحات

اشاعت ۲۰۰۳ء

عالم اسلام

صدام حسین کی شکست

پس منظر

اسباب ومحرکات

گذشتہ سے پیوستہ

مولانا نذر الحفیظ ندوی

یہ بھی واقعہ ہے کہ پارٹی کی تشکیل، دستور سازی اور عوامی سطح پر اس کے فعال وسرگرم اور بااقتدار ہونے کے بعد بائیس سال کے عرصہ میں عرب قوم پرستی کی بنیاد پر کسی عرب ملک کو ایک دھاگہ میں پرونے میں ناکام رہے، اس میدان میں میشیل عفلق کا نام اور کام سرفہرست ہے، لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود میشیل عفلق کے مجسمے شام وعراق میں بکثرت نصب کرائے گئے، عفلق نے اپنی زندگی کے آخری بیس سال عراق میں معبود شہنشاہ کی طرح گذارے، عراقی حکومت کا کوئی کام عفلق کے مشورے کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔

مصر وشام کے درمیان جو وحدت ہوئی تھی روز اول ہی سے وہ ناکامی سے دوچار ہوگئی، اس واضح اور رسوا کن ناکامی کے بعد یہ پارٹی سرکاری سطح پر شام اور عراق میں رہی، لیکن مصر وشام اور عراق تینوں ملکوں میں نتیجہ یہی نکلا کہ حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد جس دوررس تبدیلی کی توقع پارٹی سے کی جاتی تھی وہ بری طرح ناکام رہی، انفرادی اور جماعتی خواہشات نے تینوں ملکوں کی وزارت داخلہ کی صلاحیتوں اور اس کے ماتحت کام کرنے والے اداروں (خفیہ محکموں) کو اپنے مخالفین کے کچلنے کے لیے استعمال کیا، شہریوں کی نقل وحرکت، بول چال، تحریر وتقریر پر اشتراکی ملکوں جیسی سخت پابندی عائد کردی گئی، یہاں تک کہ ملک میں موجود دیگر دینی و سیاسی اور سماجی تحریکوں اور اداروں میں بھی پارٹی نے غیر ضروری مداخلت کا آغاز کردیا، فوج کے چھوٹے سے طبقہ نے پہلے مصر میں فوج کے اندر پھر شامی و عراقی فوج سے چن چن کر دینی عناصر کو نکال باہر کیا، عیسائی، ورزی، علوی، یہودی ور کمیونسٹ عناصر کو اتنا آگے بڑھایا کہ امور داخلہ، دفاع، خارجہ، کسٹمز اور سنسر شپ جیسے حساس کلیدی مقامات پر مسیحی اور یہودی و علوی حاوی ہوگئے۔ فرقہ وارانہ بنیادوں پر کشمکش فوج میں بھی ہونے لگی، عوامی حلقوں کے ساتھ طبقۂ خواص کو بھی جیلوں کے اندر ڈالا گیا، ان پر خیانت، وطن دشمنی اور اقتدار کی مخالفت کے الزامات عائد کئے گئے، دوسری طرف معروف اشتراکی نعرہ روٹی کپڑا اور مکان اور آزادی روشن خیالی کا ڈھول زور زور سے پیٹنا شروع کردیا"۔

البعث پارٹی کے ارکان نے ایک کانفرس میں اپنی پارٹی کی خصوصیات اور کارناموں کا جائزہ لیتے ہوئے اس بات کا صراحت کے ساتھ اعتراف کیا ہے کہ "یہ پارٹی ۱۹۶۲ء تک دائیں بازو کی طرف مائل تھی، پھر اس کے اندر ڈکٹیٹر شپ آئی، تیسرے مرحلہ میں انفرادی اجتماعی خواہشات نے بدترین شکل اختیار کرلی، پھر موقع پرستی نے اس کے استعماری مقاصد اور منصوبوں کی تکمیل کے لیے مخصوص اور متعین کردیا..... پھر ایسا ہوا کہ ملک کے ساتھ خیانت میں مصر وشام اور عراق میں سرگرم البعث کے نمائندے ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے، مصری شامیوں پر الزام عائد کرتے کہ ابراہیم ماخوس (وزیر خارجہ) حافظ الاسد (وزیر دفاع) نے گولان کو بغیر جنگ کے اسرائیل کے حوالے کردیا، شامی یہ الزام مصریوں کو دیتے کہ انھوں نے سینائی کا پورا علاقہ اسرائیل کو دے دیا یہ باہمی الزامات اس وقت ختم ہوئے جب اسرائیل نے عراق سے درخواست کی شام اور مصر پر وطن سے غداری اور خیانت کے الزامات نہ لگائے جائیں۔ اور اب عراق کے فرعون نے پورے ملک کو امریکہ کے ہاتھ فروخت کر کے عہد حاضر کے سب سے بڑے فرعون جمال عبدالناصر کے نقش قدم پر اپنے کو لاکھڑا کیا ہے۔

اب ہم اجمالی طور پر البعث العربی کے ان وعدوں کا جائزہ لیں گے جو اس نے آغاز ہی میں کیا تھا۔

عرب اتحاد

البعث العربی کی باعدہ تشکیل وتاسیس ۱۹۴۷ء میں ہوئی تھی، اس کے بعد دس سال تک اس کو اقتدار حاصل نہ ہوسکا، اس لیے اس عہد کا محاسبہ ہم نظر انداز کر کے ۱۹۵۸ء سے اس کا محاسبہ کرنا چاہتے ہیں کہ آخر اس نے حکومت واقتدار کے درد بست پر حاوی ہونے کے بعد عربوں کو متحد کرنے میں کیا رول ادا کیا۔

البعث العربی کا دعوی ہے کہ اس کی سرگرم جدوجہد ہی کی بنا پر ۱۹۵۸ء میں مصر وشام کا انضمام واتحاد عمل میں آیا تھا، لیکن اس وعدے کے جائزہ اور تحلیل وتجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں مصر وشام میں بعث پارٹی کے بیشتر ارکان وزارت خارجہ اور وزارت تجارت سے منسلک تھے، دونوں ملکوں کے درمیان انضمام میں پارٹی کے لوگوں کا کوئی رول نہیں تھا، یہی حال فوج کا تھا کہ اس میں چند بعثی تھے جو فوج میں افسری کے عہدے پر فائز تھے، وہ بھی غیر موثر تھے، بعد میں جب حکومت کے عہدوں پر یہ لوگ پہونچے تو جمال عبدالناصر نے ان سب کو سبکدوش کردیا یا خود ان لوگوں نے اپنے استعفے پیش کردیے، یہ واقعہ ہے کہ پوری شامی قوم کے اندر انضمام واتحاد کا غیر معمولی جذبہ کام کررہا تھا، شامی فوج کا بھی یہی حال تھا، بجز شام کی کمیونسٹ پارٹی اور اس کے قائد رہنما خالد بکداش کے کہ اس

پارٹی نے صراحت کے ساتھ انضمام کی مخالفت کی تھی، شامی پارلیمنٹ کے ممبر خالد العظم نے بھی اس کی تائید کی تھی، پھر یہ حقیقت ہے کہ ایک ہی پارٹی (البعث) انضمام واتحاد کی داعی تھی اور اسی نے علیحدگی کی بھی تحریک چلائی جیسا کہ البعث العربی کے دو ممتاز رہنماؤں اکرم حورانی اور صلاح بیطار کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے، ان دونوں نے حکومت کے عہدے پر رہتے ہوئے انضمام کے دستاویزات پر دستخط کیے، پھر بعد میں علیحدگی کے دستاویزات پر بھی ان لوگوں نے دستخط ثبت کیے اس کے بعد میشیل عفلق کا آفتاب زیادہ بلندی سے چمکنے لگا۔

دوسری تلخ حقیقت یہ ہے کہ البعث العربی نے تیس سال) سے شام وعراق کی حکومتوں کے دردبست پر حاوی ہے اور بائیس عرب حکومتیں ہیں، لیکن پارٹی نے کسی دو ملک کے درمیان ادنی درجہ کا اتحاد قائم کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی، کم از کم شام وعراق کے درمیان ہی انضمام ہوجاتا، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی جان کے درپے ہیں، اور سخت عداوت پائی جاتی ہے، اس کا اندازہ دونوں ملکوں کے ذرائع ابلاغ سے لگایا جاسکتا ہے۔

تیسری تلخ حقیقت یہ ہے کہ البعث العربی نے مصر وشام اور عراق کے اندر طرز حکمرانی کا جو نمونہ پیش کیا اس کے اثرات دوسرے عرب ممالک کی داخلی سیاست پر پڑے، وزارت داخلہ کی تمام صلاحیتیں شہریوں کے حقوق کو غصب کرنے اور صحافت کے ذریعہ فکری استبداد کو فروغ دینے بلکہ اس کو عوام وخواص پر مسلط کرنے پر صرف ہوئیں، گویا ایک طرح سے استبدادی اور نیم اشتراکی حکومتیں بیشتر عرب ملکوں میں قائم ہوگئیں وزارت داخلہ، صحافت فوج جیسے حساس کلیدی عہدوں سے دیندار عناصر کو نکالا گیا، ہلدرانہ ادب کو پھیلنے کی پوری اجازت دی گئی بلکہ اس کی سرپرستی کی گئی، فحش ناولوں فلموں اور ڈراموں کے لیے حکومت نے امدادی رقمیں مہیا کیں، یورپ و امریکہ کے آبرو باختہ فنکاروں مغنیوں اور رقاصاؤں کی حکومتی اور عوامی سطح پر پذیرائی کی گئی۔

آزادی

کمیونزم نے نئی دنیا کو معاشی نعرے کے علاوہ آزادی کا بھی نام نہاد نعرہ دیا، البعث العربی نے بھی اسی نعرہ کا خواب عوام کو دکھانے کا دعوی کیا لیکن خود پارٹی کے اندر استبدادیت اس درجہ سرایت کرچکی تھی کہ بعثی ارکان نے فوج اور حکومت میں اپنے مخالفین ہی پر ہاتھ صاف کئے، اس کے بعد عوام وخواص کی طرف انھوں نے رخ کیا، البعث العربی کے جنرل سکریٹری منیف رزاز اور ڈاکٹر سامی الجندی نے اپنی تصنیفات میں شام، مصر اور عراق کے واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعثی حکمرانوں نے اپنے مخالفین کو پھانسی دینے کا پورا منظر فلمانے کا ارادہ کیا، مجھے بھی دعوت دی گئی میں نے دیکھا کہ ایک لائن سے بیس آدمی رسی سے جکڑے ہوئے کھڑے ہیں، آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے، فائرنگ اسکواڈ کے بجائے بعثی ارکان نے خود رائفل کے ذریعہ فائرنگ شروع کی، سینے اور منھ سے خون کا فوارہ نکلا اور تمام مقتولوں کی رسی ڈھیلی کردی گئی، اس طرح جیسے وہ آگے جھک کر زمین کا بوسہ لے رہے ہوں، میں یہ منظر دیکھ کر باہر کی طرف بھاگا، ایک افسر نے ہنس کر سوال کیا کیوں یہ کیسا شاندار منظر ہے، آپ کی کیا رائے ہے، میں نے کہا کیا یہی بعث ہے، اس نے کہا میں سمجھا نہیں آپ کہنا کیا چاہتے ہیں، میں نے کہا تم ہرگز نہیں سمجھ سکو گے..... آگے چل کر مزید لکھتے ہیں کی بعثی حکمرانوں کو یہ خون منھ کو ایسا لگا کہ ان کے معمولات اور تفریح میں یہ بات داخل سی ہوگئی کہ جب بھی ان کا جی گھبراتا بعثی شہزادے اپنی ٹولی لے کر جیل خانے پہنچتے، ان کے ساتھ لڑکیاں اور شراب ہوتیں، رقص وسرور کی محفل جمائی جاتی، قیدیوں کو لایا جاتا اور ان پر تعذیب کے نئے تجربے کئے جاتے، تشفی اور تسکین کے لیے اکثر انھیں یہ لوگ قتل بھی کردیتے، سسکیوں اور آہوں کے درمیان شراب وشباب کی یہ محفل رات گئے تک جاری رہتی، بسا اوقات زندہ دفن کرنے کا بھی منظر یہ شہزادے اپنی آنکھوں سے دیکھتے، شام و عراق اور مصر کے جیل خانوں میں بکثرت ایسے ایسے المیے پیش آئے ہیں، یہ سب آزادی اور اشتراکیت کے نام پر ہورہا تھا۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹوں سے یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ عراق کے جیل خانوں میں نوے ہزار بغیر کسی جرم کے بند ہیں، چھ لاکھ سے زائد عراقی ملک سے جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں، یہی صورت حال شام کی ہے، جہاں حلب حماہ اور حمص کو بلڈوزر اور بمباری سے تباہ وبرباد کردیا گیا۔ شام کی ساٹھ فیصدی آبادی ملک سے باہر اور چالیس ہزار جیلوں کے اندر جمال عبدالناصر کے عہد میں بھی مصر کی یہی صورت حال تھی، ان کے بعد حالات میں ایک حد تک تبدیلی ہوئی ہے۔ مصر وشام کے علاوہ عراق میں صدام کے جانے کے بعد اجتماعی قبروں کے انکشافات مسلسل ہورہے ہیں۔

اشتراکیت

اشتراکیت سوشلزم اور سماجی انصاف ایسے پرفریب نعرے ہیں کہ تیسری دنیا اس میں مبتلا رہی، لیکن جب خود روس وچین نے اس لبادے کو اتار پھینکا تب جاکر تیسری دنیا کو یقین آنے لگا کہ یہ نعرے پرفریب ہیں اور صرف پروپیگنڈے کے زور پر ان کو سکۂ رائج الوقت بنادیا گیا تھا، البعث العربی نے عالم عربی کے سامنے اشتراکیت کو ایسے انداز میں پیش کیا جیسے یہی ان کے تمام درد کا درماں اور نجات دہندہ ہے چنانچہ اقتدار کی باگ ڈور ہاتھ میں آتے ہی مصر وشام اور عراق میں تمام عوامی اور پرائیوٹ صنعتوں کو قومیالیا گیا اور پروپیگنڈہ یہ کیا گیا کہ کارخانوں کے مزدوروں کی بدبختی اب ختم ہوگئی

ہے، ان کو کارخانوں کا حصہ دار بنادیا گیا ہے وہی ان تمام کارخانوں کے اصل مالک ہیں، مزید یونین بنانے کا ان کو حق دیا گیا ہے اب ملک سرمایہ داروں کے پنجۂ استبداد سے نکل رہا ہے، ہر انسان کو روٹی کپڑا اور مکان مفت ملے گا تعلیم ہوا اور پانی کی مدد مفت ملے گی۔

تینوں ملکوں میں جب قومیانے کا چکر چلا گیا تو بڑے کارخانوں کے علاوہ گھریلو صنعتوں کو بھی نہیں بخشا گیا حکومت نے ایسے اقدامات کئے کہ جو اشیاء روزمرہ کے استعمال کی گھروں میں تیار ہوتی تھیں وہ بھی حکومت کے فیصلے میں چلی گئیں، مٹی کے برتن، ماچس، کاغذی پھول، قلم، پنسل، دستی پنکھے، چپل، سلنے والے کپڑے مشینیں، کھر اور لکڑی کی مشین، لکڑی کی مصنوعات، اس کے علاوہ کھیتوں میں پیدا ہونے والی سبزی، ترکاری اور پھل کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے غلے بھی حکومت کے قبضے میں آگئے، ان تمام اقدامات کے نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ ان صنعتوں سے وابستہ تھے وہ بیکار ہوگئے، عرصے تک کارخانے بند رہنے کی وجہ سے بیکار ہوگئے، مشینیں خراب ہوگئیں، جو لوگ ان کارخانوں کے ذمہ دار بنائے گئے وہ اقربا پروری کی بنیاد پر لائے گئے تھے نہ کی فنی مہارت کی بناپر۔ اسی لیے بربادی انتہائی بھیانک تھی، یہ لطیفہ نہیں واقعہ ہے کہ معتوب صحافیوں کو جوتے کے کارخانے کا منیجر اور کارخانوں کے افسروں اور سپروائزوں کو کتب خانوں کا انچارج بنادیا گیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر جیسا زرخیز ملک جو پہلے کپڑے باہر بھیجتا تھا، اب یہ تمام اشیاء باہر سے منگانے لگا، شام تو سبزی، ترکاری اور پھلوں کی کثرت کے لئے مشہور تھا، اب وہاں یہ چیزیں باہر سے آتی ہیں پانی تک پینے کے لیے نہیں ملتا، مصر میں نصر نامی موٹر کا کارخانہ تھا، اس کی پیداوار ٹھپ ہوگئی، عراق میں ایک درجن کے قریب کھجور سے شکر تیار کرنے کا کارخانے تھے وہ سوشلزم کی ہرکت سے بند ہوگئے، غذائی اشیا اور تمام دوائیں باہر سے منگوائی جاتی ہیں اور یہ سب کاروبار غیر ملکی قرض انجام دیا جارہا ہے، قومی زندگی کا نصف حصہ پروپیگنڈے پر اور نصف حصہ فوج پر خرچ کیا جارہا ہے، غیر ملکی قرضوں کا اتنا بار ہے کہ اس کی ادائیگی میں برسوں پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔

قومی خیانت

البعث العربی الاشتراکی کے ذریعہ میشیل عفلق اور ارسوزی نے اور ان دونوں کے ذریعہ استعماری طاقتوں نے وسیع پیمانے پر عالم عربی میں جو بیج بوئے تھے وہ اس نے جون ۱۹۶۷ء میں پہلے پھل کے طور پر حاصل کئے، اس کے بعد سے یہ تناور درخت برابر برگ وبار لارہا ہے، مصری قیادت نے صحرائے سینائی کا پورا علاقہ، مع بہر سوئز اور پورٹ سعید کے دشمن کے حوالے کردیا، شامی قیادت نے گولان اور قنیطرہ جیسے فوجی اہمیت کے علاقے چاندی کی تھالی میں پیش کردیئے، اردن نے بیت المقدس غزہ اور مغربی پٹی حوالے کردی۔

البعث العربی کے ذریعہ نئی نسل کے دل ودماغ کو ڈھالنے کے لیے ملحدانہ نصاب ونظام تعلیم وتربیت کا بھرپور استعمال کیا گیا، رہی سہی کسر روس مشرقی جرمنی اور مغربی ملکوں کے تعلیمی مراکز نے پوری کردی، عرب صحافت اور ذرائع ابلاغ نے مادی اور شہوانی لٹریچر کو فروغ دینے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کردیں، سیاسی اور فوجی قیادت میں وسیع پیمانے پر کرپٹ اور بدکردار افسروں کو آگے بڑھایا گیا، صالح عناصر کی تطہیر کا کام پہلے ہی ہوچکا تھا اس لئے ملک کو فروخت کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی، سیاست اور صحافت دونوں نے شکست کو فتح اور ناکامی کو کامیابی سے تعبیر کیا اور مغلوب ومقہور عوام نے اس پر یقین کرلیا۔ یہی صورت حال عراقی قیادت نے پیدا کردی ہے۔

❁❁❁

بقیہ کتابوں کی دنیا.....

شائع کردہ: مکتبہ فیض شریف، گنگوہ ضلع سہارنپور۔

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز اپنے وقت کے مرجع خلائق بزرگ، اور محدث وفقیہ تھے، اصحاب سلوک و تزکیہ ہوں یا ارباب علم ودانش وہ سب آپ کی طرف رجوع کر کے اطمینان وتشفی حاصل کرتے تھے، آپ کے فتاویٰ بھی ہیں، جو فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے شائع ہوئے، آپ کا تذکرہ ''تذکرۃ الرشید'' ہے جس میں زندگی گزارنے کا اعلیٰ نمونہ، اور ارشادات ہدایات وملفوظات کا ذخیرہ ملتا ہے، اور مکاتیب کا مجموعہ بھی ہے، جو ''مکاتیب رشید'' کے نام سے طبع ہوچکے ہیں، ان تینوں کتابوں سے مفتی عبدالرؤف صاحب رحیمی نے ارشادات وہدایات کو جمع وانتخاب کر کے ارشادات حضرت گنگوہیؒ کے نام سے مستقل کتاب کی صورت میں مکتبہ فیض شریف گنگوہ سے شائع کردیا، البتہ ایک کمی یہ رہ گئی کہ حوالوں کا ذکر کرنے کا التزام نہیں کیا گیا، جب کہ حوالے کے بغیر کتاب کا وزن اور قیمت محدود اور کم ہوجاتا ہے۔

مرتب موصوف نے اپنے مراجع میں ان تینوں کتابوں کا ذکر کیا ہے اگر وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی کی ''آپ بیتی'' کو بھی اپنے مراجع وماخذ میں شامل کرلیتے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا، اس لئے کہ آپ بیتی حضرت شیخ میں حضرت گنگوہیؒ کے بہت سے ارشادات وملفوظات ایسے ہیں جو دوسری جگہوں پر نہیں ملتے، اور وہ آپ بیتی کے موضوع میں دب گئے ہیں۔

طباعت دیدہ زیب ہے، قیمت ۸۵ روپے اور صفحات ۲۳۲ ہیں۔

☆☆☆

شنکر اچاریہ جی کے فارمولہ سے متعلق

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کی قرارداد

(مورخہ ۶/جولائی ۲۰۰۳ء)

گذشتہ ۷/جون ۲۰۰۳ء کو صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی شنکر اچاریہ جی سے ملاقات اور اس کے بعد کی مراسلت کے تناظر میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کی ایک میٹنگ ۶/جولائی ۲۰۰۳ء کو ہوئی، صدر محترم نے مجلس عاملہ کو حقائق اور مراسلت سے آگاہ کیا جس پر غور وخوض کرنے کے بعد عاملہ نے ایک قرارداد منظور کی، پس منظر کے خاص نکات حسب ذیل ہیں:

✤ گذشتہ ۷/جون کی ملاقات شنکر اچاریہ جی کی اپنی ایماوخواہش کا نتیجہ تھی اور صدر محترم نے ان کو باخبر کردیا تھا کہ کوئی اور مسئلہ زیر بحث نہیں آئے گا۔

✤ تاہم شنکر اچاریہ جی نے ملاقات کے دوران بابری مسجد پر گفتگو کی خواہش کا اظہار کیا جس پر ان سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی تجاویز تحریری طور پر ارسال کردیں تاکہ مجلس عاملہ کے سامنے انھیں پیش کیا جاسکے۔

اس کے بعد شنکر اچاریہ کا مراسلہ محررہ ۱۶/جون صدر محترم کو موصول ہوا، جو درج ذیل فارمولہ پر مشتمل تھا:

(۱) غیر متنازعہ فیہ رتحویل شدہ اراضی پر مندر کی تعمیر کے لئے ''نو اعتراض'' (کوئی اعتراض نہیں) بیان دینے کی ہماری درخواست پر آپ کا یہ بورڈ غور کرسکتا ہے۔

(۲) متنازعہ فیہ اراضی پر بھی بعد میں گفت وشنید کی جاسکتی ہے اور ایک پرامن تصفیہ سے عدالت کو آگاہ کیا جاسکتا ہے جس کی بنیاد پر عدالت فیصلہ دے سکتی ہے۔

(۳) متنازعہ فیہ اراضی کے تحفظ کے پیش نظر ایک دیوار کی تعمیر ہوسکتی ہے جو غیر متنازعہ تحویل شدہ علاقے کے مابین حد فاصل ہوگی۔

(۴) اگر غیر متنازعہ فیہ اراضی پر کوئی حتمی تصفیہ ہوجائے تو جانبین کی مختلف تنظیموں/ذیلی تنظیموں سے ہم دونوں اس بابت ان کی تائید وحمایت حاصل کر کے اس امر کو یقینی بناسکتے ہیں کہ غیر متنازعہ اراضی سے متعلق مزید کوئی مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

(۵) کوئی خاطر خواہ سمجھوتہ کی صورت میں ہم دونوں مل کر اس کے مؤثر اور موقوت نفاذ کے لئے حکومت سے درخواست کرسکتے ہیں۔

۱۶/جون کے مراسلہ میں تحریری فارمولہ نہ صرف کئی اہم تفصیلات سے عاری تھا بلکہ متعدد اہم مسئلوں مثلاً یہ کہ کیا ہندو عدالت کے فیصلے کو قبول کریں گے؟ پر خاموش تھا، یہ سوال اس لئے بھی بہت ضروری تھا کیونکہ ۵/مارچ ۲۰۰۲ء کو دہلی میں بورڈ کے وفد سے ملاقات کے دوران شنکر اچاریہ بورڈ کو صاف صاف اور غیر مبہم الفاظ میں یقین دہانی کرا چکے تھے کہ:

''ہندو اور مسلمان دونوں متنازعہ فیہ اراضی کے مقدمہ میں عدالت کے فیصلے کے پابند ہوں گے اور مزید یہ کہ عدالت میں حق ملکیت مقدمہ میں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہونے کی صورت میں مسلمانوں کو اسی جگہ مسجد کی تعمیر نو کی اجازت ہوگی جہاں مسجد انہدام سے قبل واقع تھی....''

ایسی وضاحتیں ۶/جولائی تک طلب کی گئی تھیں لیکن شنکر اچاریہ کے یکم جولائی کے مراسلہ کا ان کی مارچ ۲۰۰۲ء کی یقین دہانیوں سے دور دور تک کوئی واسطہ نہ تھا اور وہ ان تجاویز سے بھی یکسر جدا تھا جن کا ذکر انہوں نے اپنے ۱۶/جون کے مراسلہ میں کیا تھا، اس کے برعکس یکم جولائی ۲۰۰۳ء کے مراسلہ میں مسلمانان ہند سے بابری مسجد کی جگہ کو عطیہ کردینے کی اپیل کی گئی تھی، ساتھ ہی ساتھ اس مراسلہ میں ڈھکے چھپے الفاظ میں دھمکیاں بھی دی گئی تھیں کہ مسلمانان ہند کو کاشی اور متھرا کی مساجد سے بھی دست بردار ہونے کے لئے اپنے کو تیار کرلینا چاہئے۔

مجلس عاملہ اس نتیجے پر پہنچی کہ یکم جولائی ۲۰۰۳ء کے مراسلہ میں شنکر اچاریہ کے موقف کے بعد انہوں نے مزید گفت وشنید کا کوئی امکان باقی نہیں چھوڑا۔

مذکورہ بالا حقائق پر غور وخوض کرنے کے بعد عاملہ اپنے اسی موقف کا اعادہ پھر کرتی ہے جسے بار بار دہرایا جاچکا ہے، کہ ''شریعت کے نقطۂ نظر سے بابری مسجد کی جگہ اللہ کی ملکیت ہے، اسے نہ تو فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی اور طریقہ سے منتقل کیا جاسکتا ہے''۔

عاملہ کا یہ بھی خیال ہے کہ مجوزہ عطیہ سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یک جہتی کو فروغ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ یہ عطیہ حق وانصاف اور احترام آئین پر مبنی نہ ہوکر جبر واکراہ کا آئینہ دار ہوگا، تصفیہ کی تجاویز آئین ہند کی اساسی قدروں بالخصوص قانون کی عملداری، سیکولرزم، مذہب اور رنگ ونسل کی بنیادوں پر

تفریق کے بغیر برابری کے سلوک اور اپنی عبادت گاہوں کے تئیں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے احترام پر مبنی ہونی چاہئیں، ان اعلیٰ قدروں کا ہمیشہ پاس ولحاظ رکھتے ہوئے بورڈ نے مذاکرات کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا ہے اور اب بھی یہ دروازہ کھلا ہے۔

یکم جولائی ۲۰۰۳ء کے مراسلے میں مرقوم تجاویز کے حوالے سے بورڈ کو اس بات کا افسوس ہے کہ تاریخ کو توڑ مروڑ کر فرقہ وارانہ مقاصد کی تکمیل کی گئی، طے شدہ منصوبے کے تحت دوسرے فرقے کی ایک عبادت گاہ پر ناجائز تصرف کیا گیا اور آئین ہند کی اساسی قدروں کی جڑیں کھودی گئیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ مذہبی جذبات کو ان سرگرمیوں کا محرک بتایا گیا نیز یہ ظاہر کیا گیا گویا پورے ہندو سماج کی تائید وحمایت انھیں حاصل ہے۔ اس پس منظر میں بورڈ شنکر اچاریہ جی پر بصد احترام یہ واضح کر دینا چاہتا ہے کہ یکم جولائی کے مراسلے میں مرقوم انکی تجاویز کو بورڈ مسلمانوں کو ڈھکے چھپے الفاظ میں دی جانے والی دھمکیوں سے تعبیر کرتا ہے کہ وہ سنگھ پریوار کے غیر معقول مطالبات کو غیر مشروط طور پر تسلیم کرتے ہوئے اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں، اس لئے بورڈ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ تجاویز نہ صرف غیر منصفانہ اور غیر معقول نہیں ہیں بلکہ مسلمانان ہند کی عزت نفس، شان اور وقار سے ہم آہنگ بھی نہیں ہیں اور اسی لئے انھیں قبول نہیں کیا جاسکتا۔

اس موقع پر عاملہ اہل ملک سے یہ اپیل کرتی ہے کہ وہ آئین میں مرقوم بنیادی اور انسانی حقوق اور قانون کی عملداری کی تائید وحمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور ملک کی سیکولر قوتوں کے ساتھ مل کر ملک کا مرتبہ ووقار پوری دنیا میں بلند کریں۔

مجلس عاملہ صدر بورڈ کو مجاز گردانتی ہے کہ وہ بابری مسجد سے متعلق کسی بھی تجویز پر بورڈ کی گزشتہ قراردادوں مورخہ ۳؍دسمبر ۱۹۹۰ء، ۹؍جنوری ۱۹۹۳ء اور ۱۰؍مارچ ۲۰۰۲ء کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ ✤✤✤

مختصر حقائق

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ۶؍جولائی ۲۰۰۳ء کو مجلس عاملہ کی ایک میٹنگ بلائی اور ارکان عاملہ کو ان حقائق اور صورت حال سے آگاہ کیا جن کے تحت انھوں نے کانچی پورم کے شنکر اچاریہ شری جیندر سرسوتی سے، ۷؍جون ۲۰۰۳ء کو ملاقات کی تھی۔ انھوں نے عاملہ کے سامنے وہ تمام مراسلات بھی رکھے جو اس ملاقات کے بعد موصول ہوئے تھے۔

اجمالی طور پر حقائق حسب ذیل ہیں:

(۱) جون ۲۰۰۳ کے پہلے ہفتہ میں جب صدر محترم روبہ صحت ہو رہے تھے، انھیں شنکر اچاریہ کا ایک پیغام موصول ہوا کہ وہ لکھنؤ آکر انکی عیادت کرنا چاہتے ہیں۔ صدر محترم نے شنکر اچاریہ جی کی کریم النفسی کی پذیرائی کرتے ہوئے انھیں مطلع کیا کہ چونکہ اب وہ روبہ صحت ہیں اس لئے شنکر اچاریہ جی کو لکھنؤ تشریف لانے کی زحمت کی ضرورت نہیں ہے۔ شنکر اچاریہ جی ازراہ عنایت ۷؍جون ۲۰۰۳ء کو ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لائے اور صدر بورڈ سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات کم وبیش ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی، جس میں ندوہ اور دونوں فرقوں کے مابین فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے مختلف پہلوؤں پر گفت وشنید ہوتی رہی۔ ملاقات کے آخر میں شنکر اچاریہ نے بابری مسجد کے مسئلہ اور عدالت سے باہر کسی تصفیہ کے امکانات پر گفتگو کی خواہش کا اظہار کیا۔ صدر محترم نے اس پر انتہائی نرمی سے انھیں مطلع کیا کہ صرف وہ اکیلے اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کر سکتے، البتہ اگر شنکر اچاریہ جی کے پاس کوئی تجویز ہو تو وہ تحریری طور پر ارسال کر دیں۔ صدر محترم نے شنکر اچاریہ کو یہ یقین دلایا کہ وہ انکی ارسال کردہ تجاویز پر غور وخوض کے لئے مجلس عاملہ کی میٹنگ بلائیں گے۔

(۲) ۲۰ جون ۲۰۰۳ء کو صدر محترم کو شری کانچی کامکوٹی پیٹھم چیریٹیبل ٹرسٹ کے ٹرسٹی این سندریشن کا ایک مراسلہ محررہ ۱۶؍جون ۲۰۰۳ء موصول ہوا، جس میں ۷؍جون کو شنکر اچاریہ جی کی ندوہ میں تشریف آوری کا ذکر کرتے ہوئے ایودھیا تنازعہ کے ایسے حل کی نیک اور مقدس تمنا کا اظہار کیا گیا تھا جو فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یک جہتی کی فضا ہموار کرنے میں معاون ہو، مراسلے میں مصالحت کا درج ذیل فارمولہ بھی شامل تھا:

(۱) غیر متنازعہ فیہ تحویل شدہ اراضی پر مندر کی تعمیر کے لئے ''نو آبجکشن'' (کوئی اعتراض نہیں) بیان دینے کی ہماری درخواست پر آپ کا بورڈ غور کر سکتا ہے۔

(۲) متنازعہ فیہ اراضی پر بھی بعد میں گفت وشنید کی جاسکتی ہے اور ایک پرامن تصفیہ سے عدالت کو آگاہ کیا جاسکتا ہے، جس کی بنیاد پر عدالت فیصلہ دے سکتی ہے۔

(۳) متنازعہ فیہ آراضی کے تحفظ کے پیش نظر ایک دیوار کی تعمیر ہو سکتی ہے، جو غیر متنازعہ تحویل شدہ آراضی کے مابین حد فاصل ہوگی۔

(۴) اگر غیر متنازعہ فیہ آراضی پر کوئی حتمی تصفیہ ہو جائے تو جانبین کی مختلف مذہبی تنظیموں سے ہم دونوں اس بابت انکی تائید وحمایت حاصل کر کے اس امر کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ غیر متنازعہ آراضی سے متعلق مزید کوئی مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

(۵) کوئی خاطر خواہ سمجھوتے کی صورت میں ہم دونوں مل کر اس کے مؤثر اور قابل نفاذ صورت کے لئے حکومت سے درخواست کر سکتے ہیں۔

مراسلہ ملنے پر صدر محترم نے بہتر سمجھا کہ مجلس عاملہ کے سامنے اسے رکھنے سے قبل اس کے مشمولات کسی کو نہ بتائے جائیں، مجلس عاملہ کی میٹنگ ۶؍جولائی کو بلائی گئی۔ فارمولہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد صدر بورڈ نے چند وضاحتیں طلب کرنی چاہیں، جس کے لئے انہوں نے اپنے پرسنل سکریٹری کو ہدایت دی کہ وہ شری

این سندریشن کو ایک مراسلہ اس ضمن میں تحریر کریں۔ حسب ارشاد صدر محترم کے پرسنل سکریٹری جناب محمد حمزہ حسنی نے ۲۳؍جون کو ایک مراسلہ ارسال کیا جس میں مندرجہ ذیل وضاحتیں طلب کی گئیں:

''مولانا نے بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس کی مجلس عاملہ کی ایک میٹنگ ۶؍جولائی ۲۰۰۳ء کو بلائی ہے، لیکن قبل اسکے کہ مولانا مجلس عاملہ کے سامنے آپ کا وہ مراسلہ پیش کریں، مندرجہ ذیل وضاحتوں کی ضرورت پیش آئی ہے تاکہ ان کی روشنی میں عاملہ کسی نتیجے پر پہنچ سکے''۔

اولاً یہ کہ آپ براہ کرم شری کامکوٹی پیٹھادی پتی جگت گرو شری شنکر اچاریہ جی کے ۸؍مارچ ۲۰۰۲ء کے مراسلے پر نظر ڈالیں جو اس وقت کے صدر بورڈ، مرحوم مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب کے نام لکھا گیا تھا اور جس میں یہی تجاویز صاف صاف اس یقین دہانی کے ساتھ تحریر کی گئی تھیں کہ ''ہندو اور مسلمان دونوں ہی عدالت کے فیصلے کے پابند ہوں گے'' البتہ موجود تجویز اس یقین دہانی سے خالی ہے، مولانا یہ جاننے کے خواہاں ہیں کہ کیا مذکورہ بالا یقین دہانی اب بھی باقی اور لازم ہے، اور اگر ایسا ہے تو ایسی یقین دہانیوں کے نفاذ کی قانونی وعملی شکلیں کیا ہوں گی۔

دوئم یہ کہ جیسا کہ آپ بخوبی واقف ہیں کہ بورڈ کی مجلس عاملہ نے اپنی قرارداد مورخہ ۱۰؍مارچ ۲۰۰۲ء کے شنکر اچاریہ جی کے مراسلے میں مرقوم تجاویز پر غور کرنے میں اپنی معذوری کا اظہار، تفصیلی اسباب کے ساتھ کیا تھا۔ آپ براہ کرم ہماری قرارداد مورخہ ۱۰؍مارچ ۲۰۰۲ء ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا صاحب یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ تقدس مآب کیا بورڈ کی مطلوبہ تفصیلات ارسال کریں گے؟

امید ہے کہ آپ براہ کرم یہ محسوس کریں گے کہ مذکورہ بالا وضاحتیں انتہائی اہم اور فیصلہ کن ہیں اور مولانا کی شنکر اچاریہ جی سے یہ عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ اپنا جواب ۶؍جولائی ۲۰۰۳ء کے اندر اندر ارسال کرنے کی زحمت فرمائیں۔

صدر محترم کی طلب کردہ وضاحتیں انتہائی ضروری اور ناگزیر تھیں، کیونکہ گزشتہ ۵؍مارچ ۲۰۰۲ء کو شنکر اچاریہ جی نے مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین کی قیادت میں ملاقات کے لئے جانے والے وفد سے صاف صاف الفاظ میں کہا تھا کہ متعلقہ فریقین متنازعہ جگہ کے بارے میں عدالتی فیصلے کے پابند ہوں گے اور مزید یہ کہ عدالت میں حق ملکیت مقدمہ میں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہونے کی صورت میں مسلمانوں کو اسی جگہ مسجد کی تعمیر نو کی اجازت ہوگی جہاں مسجد انہدام سے قبل واقع تھی۔ ملاقات کے بعد شنکر اچاریہ جی کے مذہبی ادارے کی جانب سے ایک مراسلہ محررہ ۸؍جون ۲۰۰۲ء موصول ہوا، جس میں صاف صاف تحریر تھا کہ:

''ہندو اور مسلمان دونوں متنازعہ جگہ پر عدالتی فیصلے کے پابند ہوں گے۔ رام بھومی نیاس نے اس بابت اپنی آمادگی تحریری طور پر دے دی ہے۔'' شری سندریشن نے جواب میں ایک مراسلہ مورخہ یکم جولائی ۲۰۰۳ء تحریر کیا جو صدر محترم کے آفس میں ۴؍جولائی ۲۰۰۳ء کو موصول ہوا، جواب کے نکات حسب ذیل ہیں:

(۱) عدالت سے باہر تنازع کے پس پشت کارفرما نیک مقاصد کے ذکر کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ اگر ''نو آبجکشن'' سرٹی فیکٹ بورڈ کی جانب سے مل بھی جائے تو مطلوبہ مقصد کی تکمیل نہ ہو پائے گی کیونکہ سپریم کورٹ نے تحویل شدہ آراضی پر الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ میں زیر غور حق ملکیت کے مقدمہ کے حتمی فیصلے تک حالت بدستور (Status quo) کا حکم صادر کر دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۶؍جون کے مراسلے میں مرقوم فارمولہ یا تو ترک کر دیا گیا یا پھر شنکر اچاریہ نے از خود اسے واپس لے لیا ہے؟

(۲) یکم جولائی ۲۰۰۳ء کے جواب میں پھر ایودھیا کی متنازعہ مقام کے تئیں ہندوؤں کی عقیدت کا ذکر کیا گیا ہے، اس حقیقت کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اب وہاں شری رام کی مورتیاں نصب ہو چکی ہیں اور یہ کہ عدالتی فیصلہ بہت تاخیر سے آئے گا اور یہ کہ جب بھی عدالتی فیصلہ آئے گا، اس سے کوئی بھی فرقہ مطمئن نہ ہوگا، بشمول دیگر ان اسباب کی بناء پر شنکر اچاریہ جی نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ایودھیا کی متنازعہ جگہ ہندوؤں کو دان کر دیں۔

(۳) جواب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ''ایک اہم بات یہ ہے کہ کاشی، متھرا اور ایودھیا، یہ تینوں مقامات ہندوؤں کے ہیں اور ملک کے وسیع مفاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے پیش نظر اگر ابھی نہ سہی تو کچھ وقت کے بعد ہی، ان مقامات کو ہندوؤں کے حوالے کرنا ہی پڑے گا، مسلمانوں کو اس کے لئے اپنے کو ذہنی طور پر آمادہ کرنا ہوگا''۔

۱۶؍جون ۲۰۰۳ء کے مراسلہ میں مرقوم فارمولے اور یکم جولائی ۲۰۰۳ء کے جواب الجواب میں محولہ بالا فارمولے کی واپسی اور نئی تجاویز کی بہتر تفہیم کے لئے جملہ مراسلات منسلکات ۱ تا ۳ کی صورت میں محضر ہذا سے منسلک کی جارہی ہیں۔

خط نمبر ایک از شنکر اچاریہ بنام صدر بورڈ

ڈیر ندوی صاحب!

آپ کی علالت کی خبر سن کر تقدس مآب نے نجی طور پر ندوہ تشریف لانے اور آپ کی صحت کے لئے دعا کرنے کا فیصلہ کیا تھا، چنانچہ ۷؍جون کو وہ دہلی سے لکھنؤ ایک نجی سفر پر تشریف لائے، دوپہر کو آپ کی عیادت کے لئے پہنچے اور ایک پاکیزہ ماحول میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے، صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی حیثیت سے آپ تقدس مآب اور ان کے پیروؤں کے ساتھ جس خنداں پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے اس کے لئے میں بے حد شکر گزار ہوں۔

دوران گفتگو ایودھیا تنازع سے پیدا شدہ

موجودہ صورت حال کا بھی ہم نے جائزہ لیا جس کا استحصال شومئی قسمت سے ان لوگوں نے کیا جن کے مفادات وابستہ تھے، یہی وہ خاص بات تھی جس کی وجہ سے تقدس مآب اس بات پر اصرار کرتے رہے ہیں کہ مسئلے کے سیاسی حل سے حتی الممکنہ پرہیز کرتے ہوئے اسے متعلق مذاہب کے بڑے مذہبی قائدین کے مابین پرامن طریقے سے طے کیا جائے تاکہ مختلف فرقوں میں خوف وہراس، نفرت اور اندیشوں کے احساسات نہ پیدا ہوں، اس طرح سے دونوں فرقوں کے مذہبی قائد کی حیثیت سے ہم دونوں ایک ایسا حل تلاش کرسکتے ہیں، جو فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یک جہتی کے لئے سازگار ہوگا۔

چونکہ مندر، مسجد معاملہ سردست عدالت میں زیرغور ہے اس لئے ہمیں انتظار کرنا ہوگا (کب تک، میں نہیں جانتا) لہٰذا ہمیں مصالحت کے لئے ایک فارمولہ تلاش کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، درج ذیل مصالحتی فارمولہ پر غور وخوض کرنے کے لئے تقدس مآب بورڈ سے درخواست کرتے ہیں:

(۱) غیر متنازعہ فیہ تحویل شدہ اراضی پر مندر کی تعمیر کے لئے "نو اوبجکشن" (کوئی اعتراض نہیں) بیان دینے کی ہماری درخواست پر آپ کا یہ بورڈ غور کرسکتا ہے۔

(۲) متنازعہ فیہ علاقہ پر بھی بعد میں گفت وشنید کی جاسکتی ہے اور ایک پرامن تصفیہ سے عدالت کو آگاہ کیا جاسکتا ہے، جس کی بنیاد پر عدالت فیصلہ دے سکتی ہے۔

(۳) متنازعہ فیہ اراضی کے تحفظ کے پیش نظر ایک دیوار کی تعمیر ہوسکتی ہے جو غیر متنازعہ تحویل شدہ علاقے کے مابین حدفاصل ہوگی۔

(۴) اگر غیر متنازعہ فیہ اراضی پر کوئی حتمی تصفیہ ہوجائے تو جانبین کی مختلف تخلیوں رذیلی تخلیوں سے ہم دونوں اس بابت ان کی تائید وحمایت حاصل کرکے اس امر کو یقینی بناسکتے ہیں کہ غیر متنازعہ اراضی سے متعلق مزید کوئی مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

(۵) کوئی خاطر خواہ سمجھوتہ کی صورت میں ہم دونوں مل کر اس کے مؤثر اور موقوت نفاذ کے لئے حکومت سے درخواست کرسکتے ہیں۔

آپ کی شفیق قیادت سے تقدس مآب کو یقین ہے کہ مندرجہ بالا تجاویز کو تائید وحمایت حاصل ہوگی، مجھے یقین ہے کہ اس کارنیک سے دونوں فرقوں کو پرامن بقائے باہم اور خوش حالی کا موقع ملے گا۔

تقدس مآب آپ کی صحت اور ملک میں امن وامان اور خوش حالی کے لئے دعاگو ہیں۔

واجبات

پرخلوص (این سندریشن)

ٹرسٹی

جواب خط از صدر بورڈ بنام شنکراچاریہ

ڈیر شری این سندریشن!

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مجھے ہدایت دی ہے کہ آپ کے مراسلہ مورخہ ۱۶/جون موصولہ ۲۰/جون ۲۰۰۳ء کے موصول ہونے کے بارے میں آپ کو باخبر کروں۔

تقدس مآب جگت گرو شنکراچاریہ جی کو دلوں کو چھو لینے والی عنایت اور ذاتی شفقت نیز عیادت کے لئے دہلی تا لکھنؤ کے سفر کو مولانا انتہائی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، الحمدللہ مولانا روبہ صحت ہیں۔

مادر وطن سے محبت ہر مسلمان کے ایمان کا جز ہے، ہمارا پیارا ملک ایک نازک دور سے گذر رہا ہے، قوت اور خوشحالی کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہندوستانی عوام کے تمام حلقے مل جل کر آگے بڑھیں، کیونکہ وہ شفقت اور خیر خواہی کے رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں، ہندو مسلم اتحاد جو ہماری تحریک آزادی کا مرکزی نقطہ تھا، آج بھی خوشحالی اور عدل وانصاف کی جانب ہمارے ملک کی ترقی کے لئے بنیادی اصول کا درجہ رکھتا ہے، تقدس مآب نے اس سمت مخلصانہ کوششیں کی ہیں اور آپ کا نحولہ بالا مراسلہ اس ضمن میں آپ کی کوششوں کا آئینہ دار ہے۔

مولانا نے بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس کی مجلس عاملہ کی ایک میٹنگ ۶/جولائی ۲۰۰۳ء کو بلائی ہے، لیکن قبل اس کے کہ مولانا مجلس عاملہ کے سامنے وہ مراسلہ پیش کریں مندرجہ ذیل وضاحتوں کی ضرورت پیش آئی ہے تاکہ ان کی روشنی میں عاملہ کسی نتیجہ پر پہنچ سکے۔

اولاً یہ کہ آپ براہ کرم شری کانچی کاما کوٹی پیٹھادی پتی جگت گرو شری شنکراچاریہ جی کے ۸/مارچ ۲۰۰۲ء کے مراسلے پر نظر ڈالیں جو اس وقت کے صدر بورڈ، مرحوم مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب کے نام لکھا گیا تھا اور جس میں یہی تجاویز صاف صاف یقین دہانی کے ساتھ تحریر کی گئی تھیں کہ "ہندو اور مسلمان دونوں ہی عدالت کے فیصلے کے پابند ہوں گے" البتہ موجود تجویز اس یقین دہانی سے خالی ہے، مولانا یہ جاننے کے خواہاں ہیں کہ کیا مذکورہ بالا یقین دہانی اب بھی باقی اور لازم ہے، اور اگر ایسا ہے تو ایسی یقین دہانیوں کے نفاذ کی قانونی وعملی شکلیں کیا ہوں گی۔

دوئم یہ کہ جیسا کہ آپ بخوبی واقف ہیں کہ بورڈ کی مجلس عاملہ نے اپنی قرارداد مورخہ ۱۰/مارچ ۲۰۰۲ء کے ذریعہ ۸/مارچ ۲۰۰۲ء کے مراسلے میں مرقوم تجاویز پر غور کرنے میں اپنی معذوری کا اظہار، تفصیلی اسباب کے ساتھ کیا تھا۔ آپ براہ کرم ہماری قرارداد مورخہ ۱۰/مارچ ۲۰۰۲ء ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مولانا یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ محترم کیا بورڈ کی مطلوبہ تفصیلات ارسال کریں گے؟

امید ہے کہ آپ براہ کرم یہ محسوس کریں گے کہ مذکورہ بالا وضاحتیں انتہائی اہم اور فیصلہ کن ہیں اور مولانا کی شنکراچاریہ جی سے یہ عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ اپنا جواب ۶/جولائی ۲۰۰۳ء کے اندر اندر ارسال کرنے کی زحمت فرمائیں، آپ کا جواب ہمارے دو عظیم فرقوں کے مابین خوش گوار تعلقات اور اعتماد کی فضا بحال کرنے میں دوررس نتائج کا حامل ہوگا۔

پرخلوص

محمد حمزہ

(پرسنل سکریٹری، صدر بورڈ)

خط نمبر ۲ از شنکراچاریہ بنام صدر بورڈ

ڈیر ندوی صاحب!

آپ کا ارسال کردہ فیکس مراسلہ مورخہ جون ۲۰۰۳ء جس میں چند وضاحتیں طلب کی گئی تھیں، تقدس مآب کے حضور پیش کیا گیا، آپ کی بحالی صحت سے تقدس مآب کو خوشی حاصل ہوئی ہے۔

(۱) اس امر کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی تھی کہ اگر غیر متنازعہ فیہ آراضی کے لئے ایک "نو آبجکشن سرٹیفکیٹ" دے دیا جائے تو اس ضمن میں عدالتی اسٹے کو خارج کروانے میں مدد ملے گی۔

(۲) یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ متنازعہ فیہ اور غیر متنازعہ فیہ اراضی کے درمیان ایک چہار دیواری تعمیر کردی جائے جو دونوں کے مابین حدفاصل کا کام انجام دے۔

(۳) متنازعہ فیہ اراضی سے متعلق عدالتی فیصلہ میں تاخیر کے امکانات ہیں، اگر ہم عدالت کے باہر باہمی مذاکرات کے ذریعہ معاملہ کا تصفیہ کرلیں تو ہم اس تصفیہ کی بنیاد پر عدالت سے ایک مصالحتی فیصلے کی درخواست کرسکتے ہیں، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے قیام کی ضرورت کے پیش نظر اس پر غور وخوض کیا گیا تھا۔

(۴) سپریم کورٹ نے یہ کہا ہے کہ اسٹے خارج نہیں ہوگا اور یہ کہ متنازعہ فیہ اراضی کی بابت لکھنؤ ہائی کورٹ کے فیصلے کے بعد ہی سپریم کورٹ اپنا فیصلہ دے گا، اس وقت تک موجودہ صورت حال برقرار رہے گی، چنانچہ اگر نو آبجکشن سرٹی فیکٹ نہیں دیا گیا تو مطلوبہ مقصد کی تکمیل نہ ہوسکے گی۔

اس صورت حال میں ہماری تجاویز کی بابت وضاحتیں پیش کی جارہی ہیں تاکہ معاملہ باہمی گفت وشنید سے طے پاسکے۔

(الف) ایودھیا میں متنازعہ فیہ علاقہ وہ مقام ہے جو ہندوؤں کے نزدیک انتہائی محترم ومقدس ہے، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ عظیم بابر نے اپنی فتح کی یادگار میں اس مقام پر ایک عمارت بنوائی تھی، چند ناگزیر وجوہات کے سبب اب اس مقام پر کوئی عمارت نہیں ہے، حالت بدستور (Status quo) یہ ہے کہ اب اس مقام پر رام کا نواس ہے، یہ بھی امر یقینی ہے کہ عدالتی فیصلہ جلد نہیں آئے گا اور یہ کہ جب بھی آئے گا یہ کسی بھی فرقہ کو مطمئن نہیں کرپائے گا، موجودہ صورت حال میں اگر عدالتی فیصلہ کسی ایک فریق کے حق میں ہوا یا دونوں کے حق میں بھی ہوا تو ہم فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی امید نہیں کرسکتے، دونوں فریقین بہت جوش وخروش میں ہیں، متنازعہ فیہ علاقہ وقف بورڈ کی ملکیت اور مسلمانوں کے عقائد سے وابستہ مقام ہوسکتا ہے پھر بھی چونکہ یہ مقام ہندوؤں کے لئے مذہبی اعتبار سے انتہائی مقدس ومحترم ہے، اس لئے مسلم فرقے اور وقف بورڈ کو ذہنی طور پر اپنے کو تیار کرنا چاہئے کہ وہ متنازعہ فیہ علاقے کو ہندوؤں کو دان کردیں۔

(ب) عام طور پر اگر کسی مسجد میں روزانہ نماز ہورہی ہو تو اس پر دعویٰ کرنا حق بجانب نہیں ہے، حقیقت واقعی یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں متنازعہ فیہ مقام پر کوئی عمارت (خالی) نہیں ہے اور رام کی ایک مورتی وہاں نصب ہے، اس مقام سے رام کو ہٹا کر اسی جگہ مسجد کی تعمیر، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے پیش نظر، نہ تو مناسب ہے اور نہ ہی ممکن ہے، مقامی مسلمان اپنی مسجدوں میں نماز تو پڑھ رہے ہیں، رام کی مورتی بھی پوجی جارہی ہے، جگہ متنازعہ ہے، اس لئے ملک کے وسیع مفاد بالخصوص فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے پیش نظر مسلم فرقہ اور وقف بورڈ یہ طے کرسکتے ہیں کہ اس مقام کو، جس سے ملک کے ہندوؤں کا ایمان اور عقیدہ وابستہ ہے، انہیں دان کردیں۔

تقدس مآب شنکراچاریہ یہ اپیل کرتے ہیں کہ متنازع جگہ ہندوؤں کو دان کردی جائے، مسلم فرقہ اس درخواست کو قبول کرکے پوری دنیا میں ہندوستانی مسلمانوں کے وقار میں اضافہ کرے گا، تاریخ رقم کرے گی کہ اس کشادہ دلی کا مظاہرہ کرکے مسلمانان ہند نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی لاج رکھ لی اور ان کا نام اور ان کی شہرت تاریخ کے صفحات میں نقش دوام ثبت کردے گی۔

غیر متنازع اراضی کے لئے نو اوبجکشن سرٹی فیکٹ دینا یا متنازع اور غیر متنازع اراضی کے درمیان ایک دیوار اٹھانا اس سمت میں محض مثبت اقدامات ہیں، اگرچہ ہم متنازع اور غیر متنازع اراضی کے بارے میں علیحدہ علیحدہ گفتگو کرتے رہے ہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ دونوں ہی مسئلے ایک ساتھ تفصیلی طور پر معرض بحث آئیں تاکہ ایک دیرپا اور فوری حل نکل سکے، متنازع اراضی کا دان ہی واحد مستقل حل ہے۔

مذکورہ بالا وضاحتیں ہماری اس تجویز کی تفصیلات ہیں کہ یہ مسئلہ باہمی گفت وشنید سے پرامن طریقے پر حل کیا جانا چاہئے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ کاشی، متھرا اور ایودھیا، یہ تینوں مقامات ہندوؤں کے ہیں، اور ملک کے وسیع مفاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے پیش نظر، اگر ابھی نہ سہی، تو کچھ وقت کے بعد ہی، ان مقامات کو ہندوؤں کے حوالے کرنا ہی پڑے گا، مسلمانوں کو اس کے لئے اپنے کو ذہنی طور پر آمادہ کرنا ہوگا۔

اگر اس تجویز کو مسلم سماج کے تمام حلقے تسلیم نہ کریں اور سیاسی ربط وضبط رکھنے والے مسلمان اس کی مخالفت کریں تب بھی تاریخ یہ رقم کرے گی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی قائدین نے ایسا جرأت مندانہ قدم اٹھانے کی جرأت کی، تقدس مآب کا خیال ہے کہ موجودہ صورت حال میں اس اقدام سے دونوں فرقوں کے مابین دوستی کی فضا ہموار ہوگی۔

تقدس مآب ۵/جولائی سے ۴/اکتوبر تک کانچی پورم ہی میں قیام فرمائیں گے اور اس مدت میں کانچی پورم سے باہر تشریف نہیں لے جائیں گے۔

پرخلوص

(این سندریشن)

تعارف وتبصرہ

کتابوں کی دنیا

مولانا محمود حسن حسنی ندوی

ماہنامہ: ''المؤمنات''، لکھنؤ
مجلس ادارت: نجیب الحسن صدیقی، مطیع الحق انظر ندوی، سعیدہ نظام الحق صاحبہ۔
بیادگار: مولانا محمد رضوان ندوی مرحوم
شائع کردہ: جامعۃ المؤمنات دوبگا، لکھنؤ۔

سال رواں کے ماہ محرم الحرام مطابق مارچ ۲۰۰۳ء سے مولانا سید سلمان الحسینی ندوی کی سرپرستی میں اس کا آغاز ہوا، پچھلے شماروں میں مولانا سید سلمان حسینی ندوی کے عصر حاضر کی ممتاز علمی و دینی خواتین کے تعارف پر مضامین سے مستفید ہونے کا موقع ملا، شام کی محدثات کا خصوصیت سے انہوں نے تعارف کرایا، زیر نظر شمارہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ کا مضمون مسلم خواتین کی علمی و دینی خدمات اور ان کی ہمشیرہ سید آمۃ اللہ تسنیم صاحبہ کا مضمون ''برگزیدہ خواتین'' شامل اشاعت ہے، گزشتہ شمارہ میں ان کا ہی مضمون تعلیم ومطالعہ کے عنوان سے ''میری بے زبان استانیاں'' نے خواتین تو خواتین مردوں کو بھی مطالعہ کی صحیح سمت دکھائی تھی، اصلاح وارشاد کا کام، اور تعلیم وتبلیغ کا فریضہ یہ رسالہ انجام دے رہا ہے، آج بھی مسموم فضا اور پُرفتن ماحول میں ان رسالوں کی قیمت وافادیت اور بڑھ جاتی ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کا معیار بلند کیا جائے اور گھر گھر یہ آواز پہونچائی جائے، رسالہ کی قیمت ۱۰ روپئے ہے، سالانہ ۱۰۰ روپئے۔

☆☆☆

نام کتاب: صحبت صالح ترا صالح کند
مؤلف: مولانا ابوصالح ندوی
ناشر: دارالعلوم فریدیہ، روہ، نوادہ بہار۔

کتاب کے مصنف مولانا ابوصالح ایک جوان صالح عالم دین ہیں جو دین وعلم کی تبلیغ و اشاعت کے کام میں مصروف ہیں، نیک صحبت کی اثر پذیری کا احساس ان کو اسی وقت سے تھا جب وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کررہے تھے، اسی زمانہ میں مؤلف موصوف نے ''تعمیر حیات'' کے لئے اس کی اہمیت وضرورت پر ایک مضمون لکھا، جس نے ان کی فراغت کے بعد کتاب کی شکل اختیار کرلی، مؤلف نے اس میں جہاں نیک صحبت کے اثرات وفوائد پر روشنی ڈالی ہے، اور اسی سلسلہ میں علماء بزرگوں اور دانشوروں کے بیانات اور تحریروں سے مدد لی ہے، وہیں خراب کردار کے لوگوں کی صحبت کے نقصان دہ اثرات اور برے ماحول وبری سوسائٹی کے خراب انجام سے بھی بحث کی ہے، یہ حقیقت ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے اور جس نے کہا بہت خوب کہا ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

کتاب پر پیش لفظ مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ کا اور تاثرات کے نام سے تقریظ مولانا شمس الحق ندوی مدظلہ کی ہے، قیمت پچاس روپئے ہے۔

☆☆☆

نام کتاب: مغربی تہذیب انحطاط کی شاہراہ پر
مصنف: جناب اکرام اللہ صاحب

۳۳۵ صفحات کی یہ کتاب مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے مقدمہ کے ساتھ عمدہ کمپوزنگ اور اعلیٰ طباعت سے شائع ہوئی ہے، قیمت صرف ایک سوبیس روپئے ہے، اس کتاب میں مغربی تہذیب کے تباہ کن پہلوؤں کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے، مغربی تہذیب نے عریانیت، جنسی انارکی، خودغرضی اور مادہ پرستی کا رجحان جس طرح عام کیا ہے، اور اس کے پورے انسانی معاشرہ میں جیسے خراب اثرات پڑے ہیں جس کے نتیجہ میں جرم و تشدد، انتہا پسندی، دہشت گردی کو جو فروغ ملا ہے ان سب کا جائزہ لیا گیا ہے، انداز بیان تحقیقی اور جدید ذہن کو اپیل کرنے والا ہے، قیمت ایک سوبیس روپئے درج ہے، یہ کتاب الفرقان بکڈپو لکھنؤ اور مکتبۂ جامعہ اردو بازار دہلی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

نام: سہ ماہی مخدوم
مدیر: محمد شفیع الرحمٰن شفیع
ناشر: مکتبہ شرف خانقاہ بہار شریف، نالندہ

سہ ماہی مخدوم حضرت شاہ شرف الدین منیریؒ کی خانقاہ فردوسیہ بہار شریف سے مولانا شاہ سیف الدین فردوسی ندوی کے زیر سرپرستی نکل رہا ہے، مضامین میں تنوع پایا جاتا ہے، تحقیقی، اصلاحی، ادبی، علمی مضامین، علماء اور صوفیاء کا تذکرہ، حدیث فقہ اور تصوف سے رہنمائی قارئین کو ملے گی، پیش نظر شمارہ میں متابعت رسول ﷺ شیخ شرف الدین منیریؒ کا مضمون ''ترجمہ تفسیر زاھدی'' پر ڈاکٹر سید علی ارشد شرفی کا مضمون ''اتقوا فراسة المؤمن'' والی حدیث کی تخریج، خواجہ معین الدین چشتیؒ پر مشہور محقق پروفیسر نثار احمد فاروقی کا اور شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی پر سید ضیاء الدین رحمانی اور حضرت مخدوم منیری کی فقہی بصیرت پر مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کے مضامین شامل اشاعت ہیں، اس کے علاوہ ابن بطوطہ، اقبال اور مدینہ منورہ کے کتبخانوں پر بھی مضامین ہیں، ۱۶۰ صفحات کے اس رسالہ کی قیمت ۳۰ روپئے اور سالانہ چندہ ۱۱۰ روپئے ہے۔

☆☆☆

نام کتاب: ارشادات حضرت گنگوہیؒ
مرتب: مفتی عبدالرؤف رحیمی (بقیہ: صفحہ ۲۲ پر)

عالمی خبریں

سید معید اشرف ندوی

☆ امریکی صدر جارج بش نے نومبر ۲۰۰۴ء میں ہونے والے آئندہ صدارتی انتخاب کے حوالے سے اپنی انتخابی مہم کے عطیات کی وصولی کے لئے نیویارک کا دورہ کیا، ان کے ساتھ نائب صدر ڈک چینی بھی تھے، ذرائع کے مطابق نیویارک کے دورے میں ان کو ۶۰ لاکھ ڈالر کے عطیات وصول ہوئے، تاہم جارج بش کو اپنے حمایتیوں کے علاوہ ہزاروں ایسے مظاہرین کا بھی سامنا کرنا پڑا جو ان کی انتظامیہ کی داخلی اور خارجی سیاست کے خلاف احتجاج کررہے تھے، بالخصوص عراق کے خلاف جنگ کی قانونی حیثیت کے حوالے سے ہزاروں مظاہرین کی بڑی تعداد No More Bush کے نعرے لگا رہی تھی، اس کے علاوہ سڑکوں کی دونوں جانب متعدد افراد ہاتھوں میں بش مخالف بینرز لئے کھڑے تھے، ہجوم میں ایک شخص ٹریفک سگنل پر صدر جارج بش کا ماسک چہرے پر چڑھائے اپنے ہاتھ میں ایک بڑا سا گلوب لئے کھڑا تھا۔

☆ اقوام متحدہ کے چیف اسلحہ انسپکٹر اور عراق میں ہتھیاروں کے معائنہ کار اعلیٰ ڈاکٹر ہینس بلکس نے ایک مرتبہ پھر امریکا اور برطانیہ پر الزام لگایا ہے کہ عراق پر حملہ کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ عراق پر امریکی حملے سے قبل ان کی جماعت کو محض چند ہفتے کا وقت دیا گیا لیکن اب امریکا ان ہتھیاروں کی تلاش کے لئے مزید وقت مانگ رہا ہے، انہوں نے کہا کہ معاملے میں ان ممالک نے ناقص شواہد کی بنیاد پر نتائج اخذ کئے، ڈاکٹر بلکس نے کہا کہ یہ بات ناقابل فہم ہے کہ دونوں ملکوں کو ہتھیاروں کی موجودگی کے بارے میں سو فیصد یقین تھا مگر انہیں کہاں رکھا گیا ہے اب اس بارے میں امریکا اور برطانیہ بالکل لاعلم ہیں، بلکس نے یہ بیان نیویارک میں ایک تھنک ٹینک کے سامنے دیا، عراق پر حملے سے قبل امریکی حکومت کو ان کے بیانات سے خاصی مایوسی ہوئی جن میں انہوں نے کہا تھا کہ ان کی جماعت کو عراق میں وسیع تباہی کے حامل ہتھیاروں کے بارے میں کسی طرح کے شواہد نہیں ملے، ان دنوں امریکا اور برطانیہ کی پارلیمانی کمیٹیاں اس بات کی تحقیقات کررہی ہیں کہ ان کی حکومتوں نے انٹلی جنس رپورٹوں کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا۔

☆ ملیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد نے کہا ہے کہ اسلامی دنیا مشترکہ اور متحدہ موقف اختیار کرکے ہی عالمی طاقت بن سکتی ہے، ان خیالات کا اظہار انہوں نے ملیشیا کے دورے پر آئے ہوئے ترکی کے وزیراعظم طیب اردگان کے اعزاز میں دی گئی ضیافت میں خطاب کرتے ہوئے کہا۔ انہوں کہا کہ اسلامی دنیا کو متحد ومنظم ہوکر آگے بڑھنا ہوگا تاکہ وہ عالم اسلام کے خلاف چیلنجز کا مقابلہ کرسکیں، انہوں نے کہا ایسا تبھی ممکن ہوسکے گا جب ایک ارب مسلم برادری کے مالی اثاثوں اور تیل کی قدرتی دولت کے وسائل سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جائے، عراق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس بحران سے سبق سیکھیں اور کہا کہ مسلم ممالک میں اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے عراقی عوام پر ظلم ہوا۔

ملیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد کا یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں کہ اس وقت پورا مغرب اسلام کے خلاف سرگرم عمل ہے اور منظم سازش کے تحت اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کی کوشش کی جارہی ہے، اگر افغانستان اور عراق کے خلاف امریکہ کو دی جانے والی دھمکیوں کا جائزہ لیا جائے، افغانستان اور عراق کے خلاف جارحیت کے لئے امریکہ کی طرف سے اقوام متحدہ کے ضابطوں کی پامالی پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس جارحیت کی صورت میں عالم کفر نے عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اتحاد قائم کرلیا ہے اور صرف مسلمان ممالک اور مذہبی رہنماؤں کو ہی دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے جب کہ عراق و افغانستان کے خلاف امریکی اقدام بذات خود بدترین دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان ممالک اور ان کی قیادتیں اسلام کے خلاف اس سازش کو سمجھنے اور اس کا مقابلہ کرنے کی تیاری کریں ورنہ ایک کے بعد دوسرا مسلمان ملک اس جارحیت کا نشانہ بنتا چلا جائے گا۔

○○○

اصلاح معاشرہ

نومولود بچے کی ولادت اور سنت نبویؐ

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ والدین کی خوبیوں کا امین، ان کے خوابوں کی تعبیر نسلی امتداد کا محرک، آنکھوں کی ٹھنڈک، قوت بازو، اور خانگی نیرنگیوں کی روح اولاد ہی کا عکس جمیل ہے۔ اگر اولاد نہ ہو تو گھر اندھیرا اور سونا معلوم ہوتا ہے۔ اولاد عطا کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے بیٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹی، اور جسکو چاہتا ہے، بیٹا اور بیٹی دونوں عطا کر دیتا ہے۔ اور جب اس کی مشیت نہیں ہوتی تو دونوں سے محروم کر دیتا ہے۔

نعمت کی قدر یہ ہے کہ حتی الامکان اس کی قدر و قیمت کو سمجھا جائے۔ اس پر توجہ دی جائے اس کے جو تقاضے ہیں انہیں پورا کیا جائے۔ جس طرح ایک پودا لگاتے ہیں تو اس کی نشوونما کی فکر کرتے ہیں۔ گرما اور سرما کے مضر اثرات سے حفاظت کرتے ہیں۔ کڑی نگرانیوں میں وہ پودا تناور درخت بنتا ہے اور باغباں کو اس کا پھل ملتا ہے۔ اور جو توجہ نہیں دیتا۔ اسکا باغ پھل لانے کی عمر تک پہونچتے پہونچتے خشک ہو جاتا ہے۔ یا بے ثمر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اولاد کی دیکھ ریکھ، اور صحیح تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اولاد صالح کی تمنا رکھنے والوں کیلئے شریعت نے یہ بھی رہنمائی فرمائی ہے کہ جس وقت مرد عورت کے پاس ہو اور انزال کا وقت ہو جائے تو اسے یہ دعا پڑھنی چاہئے تاکہ اولاد صالح ہو اور شیطانی اثرات سے پاک ہو۔

"بسم اللہ اللھم جنبنی الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنی"

بسم اللہ، اے اللہ مجھے شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو میری اولاد سے دور فرما۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یہ دعا پڑھ لے تو اس کی اولاد کو کبھی شیطان نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ (بخاری و مسلم)

جب بیوی امید سے ہو تو زن وشو باہم محبت انس اور یگانگت کا مظاہرہ کریں۔ آپس میں لڑے جھگڑے نہیں۔ اس لئے کہ رحم مادر میں پرورش پانے والا جنین خارجی مؤثرات کی گرفت میں ہوتا ہے۔ جس طرح کیمرے کی آنکھیں جسم کے اندر کی مخفی گوشوں تک پہونچ کر ایک ایک چیز کو مشاہد بنا دیتی ہیں۔ ایسے ہی جنین کی پرورش میں والدین کے سلوک کا خاصہ دخل ہوتا ہے۔

ایسے وقت میں اللہ کی طرف رجوع کرتے رہنا چاہئے۔ جب کہ حمل کے زمانے میں ڈاکٹر سے رجوع کرتے رہتے ہیں تاکہ ولادت کا مرحلہ آسان ہو، تو جس ذات نے اس جنین کے استقرار اور نشوونما کا سامان کیا ہے۔ اس کی طرف تو بدرجہ اولی توجہ کرنا اور اسکو راضی رکھنے کی فکر کرنا قریب عقل قرار دیا جائے گا۔ قرآن پاک میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

"فلما اثقلت دعوا اللہ ربھما لئن آتیتنا صالحا لنکونن من الشکرین"

(الاعراف:۱۸۹)

تو جب حمل ظاہر ہو گیا تو دونوں نے اپنے رب کو پکار پکار کر کہا کہ اگر تو ہمیں صالح اولاد عطا فرما تو ہم یقیناً مشکور ہوں گے۔

لیکن کتنے مسلمان ایسے ہیں جنہیں اس کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ہزاروں روپئے کی دوا۔ اور درجنوں قسم کے ٹیسٹ ضرور کرائے جاتے ہیں، لیکن دینے والے کریم مالک کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ لہذا اولاد بھی صالح کے بجائے طالح۔ باکردار کے بجائے، بدکردار، فرمانبرداری کے بجائے نافرمانی کرنے والی ہوتی جارہی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب بچہ بہرا ہوتا ہے تو شیطان اس وقت بھی اپنے اثرات ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، بچہ کی معصوم فطرت اس کو قبول نہیں کر پاتی اس لئے پیدا ہوتے ہی بچہ کی چیخ نکل جاتی ہے، اس زہر کا تریاق اس اذان واقامت میں ہے۔ جو نومولود بچے کی کان میں کہی جاتی ہے۔ اس طرح بچہ دینی فطرت کی آواز پر پروان چڑھتا ہے اور اللہ کی کبریائی کی شہنائی اس کے کانوں میں بجتی رہتی ہے اور کشاں کشاں وہ طاعت الٰہی کے دہلیز پر قدم رکھتا ہے۔ جہاں کامیابیاں سرنگوں اور سرفرازیاں قدم بوس اور ابدی سعادت کی شاہ کلید اس کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔

حضرات مؤلفین و مصنفین کی خدمت میں:

تقسیم کار کے اصول کے تحت تعارف وتبصرۂ کتب کی مکمل ذمہ داری مولانا محمود حسن حسنی ندوی معاون مدیر کے سپرد کی گئی ہے، لہٰذا آپ حضرات سے نہایت عاجزانہ درخواست ہے کہ تعارف وتبصرۂ کتب کے سلسلہ میں جملہ خط و کتابت مولانا محمود حسن حسنی ندوی سے فرمائیں نیز لفافہ پر "بسلسلہ تعارف وتبصرۂ کتب" بھی درج فرمادیں تاکہ مولانائے موصوف تک آپ کی ڈاک کا پہونچنا ممکن ہو اور وہ آپ کی ڈاک کو بہ عجلت ممکنہ ملاحظہ کر سکیں۔

فقہ وفتاویٰ

فقہی سوال وجواب

مفتی محمد طارق ندوی

سوال: کیا نماز میں انگلیوں کو توڑنا مکروہ ہے؟

جواب: ہاں نماز میں انگلیوں کو توڑنا یا ایک ہاتھ کی انگلیوں کا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا مکروہ ہے۔

سوال: بغیر کسی شرعی عذر کے امام کا کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: مکروہ ہے، ہاں اگر امام کے پیچھے اس اونچی جگہ پر کچھ نمازیوں کی صف ہو تو کراہت نہیں ہے۔

سوال: نماز تہجد مع الجماعت پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز تہجد علیحدہ علیحدہ ادا کرے بالجماعت ادا کرنا مکروہ ہے، اگر کبھی بلا کسی اہتمام کے دو تین آدمی جمع ہو جائیں اور جماعت سے پڑھ لیں تو اس صورت میں مکروہ نہیں ہے۔

سوال: نماز کی حالت میں پنکھے یا آستین سے ہوا لینا کیسا ہے؟

جواب: عمل کثیر نہ ہونے کی صورت میں مکروہ ہے، اگر عمل کثیر ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

سوال: کیا نماز میں ادھر ادھر دیکھنا مکروہ ہے؟

جواب: نماز میں چہرہ کو پھیر کر دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے اگر کنکھیوں سے ضرورۃً ایسا کرے تو مکروہ نہیں ہے۔ "ویکرہ ان یلتفت بیمنۃ ویسیرۃ بان یحول بعض وجھہ عن القبلۃ فاما ان ینظر بمؤق عینہ، ویحول وجھہ فلا باس بہ"

(کذانی فتاوی قاضی خان، فتاوی عالم گیریہ جلد اول کتاب الصلاۃ (ص ۱۴۸۰)۔

سوال: حالت نماز میں چادر اوڑھنے کے بجائے اس کے دونوں کناروں کو لٹکتے ہوئے چھوڑ دینا کیسا ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں چادر کے دونوں کناروں کو لٹکتے ہوئے چھوڑ دینا یا قمیص کے آستینوں میں ہاتھ ڈالے بغیر کندھوں پر ڈال دینا مکروہ ہے۔

سوال: بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے تو اسے صاف کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب: پیشانی پر لگی ہوئی مٹی بحالت سجدہ صاف کرنا مکروہ ہے، نماز کے بعد پوچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ صاف کرنا بہتر ہے تاکہ ریاء ونمود کا شائبہ نہ رہے۔

سوال: پہلی صف میں جگہ ہونے کی صورت میں دوسری صف میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟

جواب: مکروہ ہے، صف اول بھر جائے تو دوسری صف میں کھڑا ہو۔

سوال: کیا نابینا کی امامت مکروہ ہے؟

جواب: ہاں نابینا کی امامت مکروہ ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ نجاست لگے رہنے کا احتمال ہوتا ہے۔

سوال: اگر کوئی مقروض قرض نہ دینے کی نیت رکھتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص قرض لے کر مارنے کی نیت رکھتا ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

کاروانِ رفتگاں

☆ جواں سال عالم دین سابق استاذ حدیث دارالعلوم چھاپی (گجرات) قلبی دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔

☆ محمد شمیم محمد یٰسین رام نگر نینی تال اپنے رب سے جا ملے۔

☆ کلیۃ الشریعہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے وابستہ جناب حافظ محمد شمیم ندوی بارہ بنکوی کے والد ماجد جناب محمد ناظم صاحب کا اپنے وطن سعادت گنج میں ۱۳/ جولائی کو انتقال ہو گیا۔ مفتی محمد ظہور صاحب ندوی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور ۱۴/ جولائی کو اپنے آبائی وطن سعادت گنج میں تدفین عمل میں آئی۔

☆ جناب مولانا محمد حسین قاسمی، قصبہ محمدی لکھیم پوری کھیری بھی انتقال فرما گئے۔ علم دین کی خدمت واشاعت اور غریبوں کی ہمدردی وغم گساری کی بدولت مرحوم اپنے علاقہ میں مقبول تھے۔

☆ لکھنؤ یونیورسٹی میں شعبۂ معاشیات کے پروفیسر ڈاکٹر محمد مزمل صاحب کے والد محمد اشفاق ہاشمی کا گذشتہ ۳۱ رمئی کو انتقال ہو گیا۔

ادارہ مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور ان کے پس ماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا۔

Resi 2268177
Mob 95415002532
2000667
31266122
Shop : 2213736
2500667

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ رسالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر : محمد اسلم

Haji Safiullah
Jewellers

Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

Shop: 260890
Resi: 269562

MOHD. IRFAN
PROPRIETOR

NEW KAREEM JEWELLERS

نیو کریم جویلرس

دوکان نمبر ا بلد مارکیٹ ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

Ph: 2226657

FIT & Co.

Since:1916

Specialist in
Suits & Sherwani

Near:- Sardar Sons,
At: Nazirabad, Lucknow

مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے زیر اہتمام
شائع ہونے والے رسائل ومجلات ایک نظر میں

	رسائل	سن آغاز	زرتعاون: اندرون ملک	زرتعاون: بیرون ملک
۱	ماہنامہ البعث الاسلامی (عربی)	۱۹۵۵ء	۲۰۰ روپے	۴۰ ڈالر
۲	پندرہ روزہ الرائد (عربی)	۱۹۵۹ء	۷۵ روپے	۲۵ ڈالر
۳	پندرہ روزہ تعمیر حیات	۱۹۶۳ء	۱۵۰ روپے	۳۵ ڈالر
۴	انگریزی سہ ماہی Fragrance	۱۹۹۸ء	۱۰۰ روپے	۲۵ ڈالر
۵	ہندی ماہنامہ سچا راہی	۲۰۰۱ء	۱۰۰ روپے	۲۵ ڈالر

ان رسائل ومجلات کے ساتھ آپ کا تعاون فکر کی تعمیر اور شعور کی تربیت کے مشن میں تعاون ہوگا۔

خط وکتابت کا پتہ : پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ لکھنؤ

بمبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گذارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building, S.V. Patel Road,
Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 3460220, 3468708
Tel. (R) 3095852

۱۲ نمبر اور ۱۲×۷ کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے

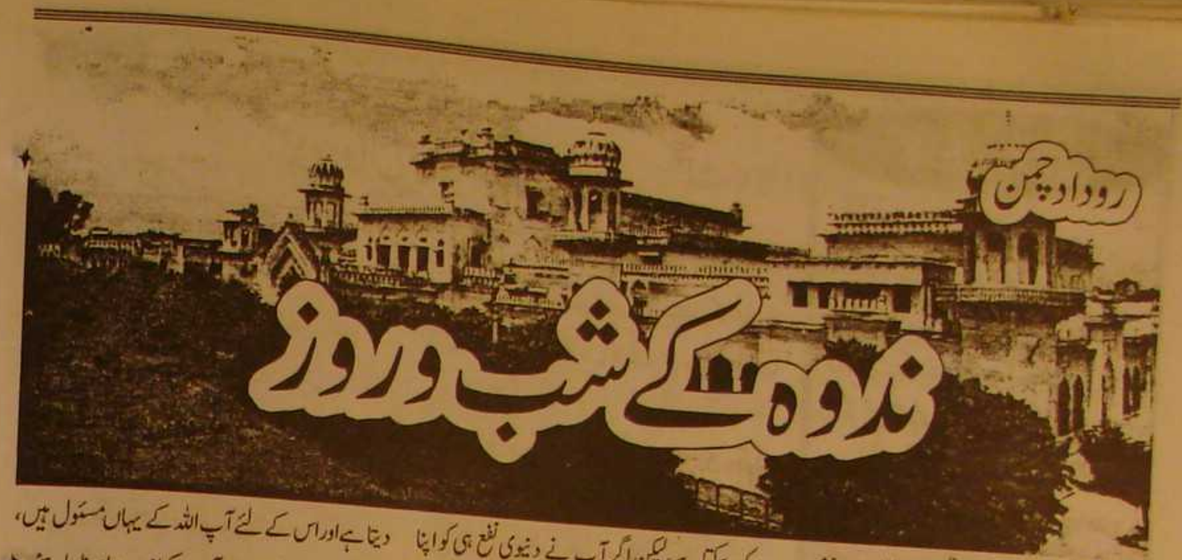

روداد چمن

ندوہ کے شب وروز

❖❖❖ حضرت ناظم ندوۃ العلماء نے مسجد دارالعلوم میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ رب العزت نے آپ کو خواص کا مقام ومرتبہ بخشا ہے، آپ اس کا شعور اپنے اندر پیدا کریں اور آپ اپنے مقام ومرتبہ کو پہچانیں، اگر آپ کے اندر اس کا احساس زندہ رہا اور اس احساس کے ساتھ آپ نے اپنے شب وروز یہاں گزارے تو وہ دن بھی آئے گا جب دنیا بھی آپ کے مرتبہ ومقام کو پہچانے گی۔ اور اس کا اعتراف بھی کرے گی۔

علوام دینیہ کو اچھی نیت سے حاصل کرنے کا فیصلہ کیجئے، حسن نیت اور اخلاص نیت کے بڑے مفید نتائج مرتب ہوتے ہیں، دین کی عظمت، دینی علوم کی عظمت آپ کے دلوں میں ہو اس کی برکتیں آپ آنے والے دنوں میں کھلی آنکھوں دیکھیں گے۔

آپ کے اندر مقصدیت ہو، علم دین کے حصول کا مقصد رضائے الٰہی ہو، اس کی فکر ہو کہ اصل مقصد سے انحراف نہ ہونے پائے، دنیا اور دیگر منافع تو ازخود حاصل ہوجاتے ہیں، لیکن ان چند مادی منافعوں کی خاطر اگر آپ کا اصل مقصد فوت ہوجائے تو یہ بہت بڑے خسارہ کی بات ہے۔

کوشش کرنا ضروری ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگوں میں کامیابی کے لئے کوششیں فرمائیں، تو کوشش کرنے سے آپ کو کون روک سکتا ہے، لیکن اگر آپ نے دنیوی نفع ہی کو اپنا اصل ہدف اور مقصد بنالیا تو دنیا تو ملنی ہی ہے، وہ مل کر رہے گی، جتنا حصہ اور رزق ملنا ہے وہ مل کر رہے گا لیکن اصل مقصد سے انحراف کے نتیجہ میں دنیا کا یہ ملنا نامبارک ہوگا، انسان رزق حاصل کرے لیکن شرافت کے ساتھ، عزت نفس کے ساتھ، جیسا کہ ابھی کہا گیا کہ رزق تو ملنا ہی ہے البتہ اس کے طریقہ کا اختیار انسان کو دیا گیا ہے اور یہ اُس پر موقوف ہے کہ وہ اسے کس طرح اور کس ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔

انسان اپنے باطن کے ساتھ ظاہر کی بھی فکر کرے، انسان کا ظاہر اس کے باطن پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، ظاہر کی خامی باطن کی کجی کو ظاہر کرتی ہے، اس لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ دونوں کی فکر کی جائے، آپ کے اندر سنجیدگی ہو، وقار ہو، متانت ہو، دیکھئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ ہمارے سامنے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت چالیس برس کی عمر میں ملی، نبوت سے پہلے کی آپ کی حیات طیبہ بھی کس قدر صاف وشفاف تھی کہ معاشرہ آپ کو الصادق الامین کہتا تھا۔

آپ طالبان علوم نبوت ہیں، اس لئے آپ اپنے منصب ومقام کو پہچانیں، موجودہ حالات میں اپنی ذمہ داری کو سمجھیں، آج مغربی تمدن نے لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا ہے اور نتیجہ میں بھلائی برائی کا فرق مٹتا جارہا ہے، معاشرہ کا بگاڑ آپ کو دعوت فکر وعمل دیتا ہے اور اس کے لئے آپ اللہ کے یہاں مسئول ہیں، عنداللہ مسئولیت کا احساس آپ کے اندر پیدا ہونا چاہئے۔

مغربی تہذیب کمال عیاری سے اپنا کام کررہی ہے اور دبے پاؤں معاشرہ میں داخل ہورہی ہے، اس پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے اور اپنا احتساب کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

❖❖❖ حضرت مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کی صدارت میں نگراں حضرات کی ایک نشست منعقد ہوئی، صدر محترم کی تقریر ان کی دردمندی ودلسوزی کی مظہر تھی، مختلف رواق کے نگراں حضرات سے موصوف نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو قدرت نے اس کا موقع نصیب فرمایا ہے کہ آپ نئی نسل کے ذہن وفکر اور ان کے اخلاق وکردار کی تعمیر کا فریضہ انجام دیں، آپ نسل نو کے معمار ہیں، آپ معلم ہیں اور معلمی کار پیمبری ہے، آپ اسی سوز وگداز اور دردمندی سے کام لیں جن سے مصلحین کام لیتے رہے ہیں اور جن کی تڑپ ودلسوزی کے نتیجہ میں نہایت پاکیزہ ماحول وجود میں آتا رہا ہے۔

بعض نگراں حضرات نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور نظام کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے کچھ تجاویز زیر غور آئیں۔

صدر عالی وقار کی دعا پر نشست کا اختتام ہوا۔